

گو

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و پراپرائٹر نے سود لیتھو پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ آج شری گیٹ دہلی

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک
اوم
دہلی
اجمیری گیٹ دہلی

فہرست مضامین

ماہ مارچ سنہ ۱۹۶۷ء

چندہ سالانہ
گیارہ روپے
Rs. 11/=

قیمت فی پرچہ 75 پیسے
ممالک غیر سے ‎18/- روپے

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلیشر و پروپرائٹر نے سود لیتھو پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی

تجھکو سلام میرا

ڈاکٹر بیتاب علیپوری ادیب فاضل سونی پت۔ رام بازار

اے کارواں کے مالک تجھ کو سلام میرا
کون و مکاں کے مالک تجھ کو سلام میرا

تیرے ہی دم سے قائم ہے رنگ و نور ہستی
عمر رواں کے مالک تجھکو سلام میرا

کونین کے اُجالے ہر دل میں بسنے والے
ہر دو جہاں کے مالک تجھکو سلام میرا

تیری عنایتوں کا مرہون ہے زمانہ
بزم جہاں کے مالک تجھکو سلام میرا

بخشا ہے زندگی کو تو نے شعور ہستی
ارض و سماں کے مالک تجھکو سلام میرا

دُنیائے مضطرب کو اک امن عام بخشا
امن و اماں کے مالک تجھ کو سلام میرا

جس جا پہ میں نے دیکھا جلوہ ہے تیرا ہر سُو
سارے جہاں کے مالک تجھکو سلام میرا

ہیں عندلیب گلشن گل خار میرے ہمدم
اے گلستاں کے مالک تجھکو سلام میرا

برق و شرر سے میری ہر وقت چپقلش ہے
ہر آشیاں کے مالک تجھکو سلام میرا

انسان کو نہایت عالی مقام بخشا
ہر قلب و جاں کے مالک تجھکو سلام میرا

جنت سے کم نہ ہرگز بیتاب کا وطن ہو
حور و جناں کے مالک تجھکو سلام میرا

گذشتہ پیوستہ
قسط نمبر ۷

سلسلہ کیلئے دسمبر ۶۶ء کا پرچہ ملاحظہ ہو

اوم
آتم بودھ

جگت گورو شری سوامی شنکر آچاریہ کرت

ترجمہ و تشریح :- از بخشی نرسنگداس لوڈپٹی کنٹرولر آف ڈیفنس اکونٹس ڈیرہ دون۔

اہنکار۔ (۲۵) ست چت آتما اور بدھی کی ورتی ان دونوں کے اوویک پورن سنیوگ سے " میں جانتا ہوں " روپی خیال اُتپن ہوتا ہے۔

(شرح) جب ہم سوشپتی اوستھا سے جاگرت اوستھا میں آتے ہیں۔ اس وقت اُس گہری نیند کی حالت میں جو انوبھو ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں میں تو بڑی میٹھی نیند میں سویا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ گویا وہاں ہم نے اپنے آرام اور اگیان کو انوبھو کیا۔ لیکن اس حالت میں اس کا ورنن نہیں ہو سکتا۔ اس سے نکل کر جاگرت میں ہی اس کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ کارن یہ ہے کہ وہاں گہری نیند میں من بدھی اپادی نہیں ہوتے جنکے ذریعے اس انوبھو کو پرگٹ کیا جاوے۔ اور وہاں کوئی غیر نہیں جس کو بتایا جاوے۔ وہاں صرف آتما اپنی مہما میں ستھت رہتا ہے۔ تمن تنہا اس میں کوئی برتی یا سنکلپ نہیں اُٹھ سکتا۔ سوشپتی سے جب سوپن میں آتے ہیں۔ من اور بدھی سمیت سوکشم شریر کام کرنے لگجاتا ہے۔ اسوقت وہاں سنکلپ وکلپ کی سرشٹی بھی اُتپن ہو آتی ہے اور جاگرت اوستھا میں وہی درڑھ ہو کر انیک برتیوں کے روپ میں سنسار پرگٹ ہو جاتا ہے۔ اسی اشتے کو ملحوظ رکھکر بھگوان شنکر آچاریہ کہتے ہیں۔ کہ وویک سے تو بدھی اور آتما کا کوئی میل نہیں۔ انکا سنیوگ نہیں ہو سکتا جس طرح دن رات کا۔ اندھیرے اور روشنی کا کوئی میل نہیں۔ اسی طرح چیتن اور جڑ کا بھی کوئی میل نہیں۔ آتما چیتن ہے اور بدھی جڑ ہے۔ پھر بھی وویک رہت پرشوں کو آتما اور بدھی کا سنیوگ پرتیت ہوتا ہے اوویک سے جو آتما اور بدھی کا سنیوگ معلوم ہوتا ہے اسی اوویک۔ یا اگیان کی حالت میں ہی یہ برتی (میں جانتا ہوں) پیدا ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب منش یہ اقرار کرتا ہے کہ میں جانتا ہوں۔ اس وقت گیاتا گیان گیئے کی تریٹی قائم ہو جاتی ہے۔ اور اس میں بدھی کی برتی ہی کارن ہے کسی وستو کا دیکھنا یا جاننا اس پرکار ہوتا ہے۔ کہ انتہ کرن کی اپادھی والے چیتن سے برتی جب آنکھوں کے راستے باہر نکلتی ہے۔ تو اپنے ساتھ چیتن کا پرتی بمب بھی ساتھ لئے جاتی ہے۔ اور وستو پر جا کر ٹکتی ہے۔ اس پر ٹکنے سے چیتن کا چیتن سے میل ہو جاتا ہے اور برتی اس کو چیتن کے پرکاش سے پرکاشت کرتی ہے جس سے وہ وستو دکھائی دیتی ہے۔ یا جانی جاتی ہے۔ اسلئے ثابت ہوا کہ جب تک بدھی کی برتی ساتھ نہ ہو میں جانتا ہوں یا میں دیکھتا ہوں۔ میں کرتا ہوں وغیرہ۔ اس قسم کا کوئی خیال اُٹھ ہی نہیں سکتا۔ چونکہ بدھی کی برتی میں ہی یہ انوبھو ہوتے ہیں۔ یہ سارا گیان برتی یا بدھی کا ہے۔ آتما کا نہیں۔ بدھی کی انوپستھتی (غیر حاضری) میں برتی گیان بھی گم ہو جاتا ہے۔ اس لئے آتما اور بدھی کا تادآتم سمبندھ ہونے سے ادھیاس ہوتا ہے۔ بدھی کے کام آتما میں اور آتما کے گن بدھی میں پرتیت ہوتے ہیں

آتما گیان سروپ ہے۔ اور اس سے بھن اتھوا باہر کوئی وستو ہے نہیں جسکو وہ جانے۔ اس لئے "میں جانتا ہوں" کا سنکلپ آتما میں نہیں ہوسکتا۔ اور بدھی سوئم جڑ ہے۔ وہ آتم سَتّا کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ چیتن رُوپی باپ نپنسک ہے۔ اور بدھی رُوپی ماں بانجھ ہے۔ دونوں کے ملاپ سے برتی گیان (میں جانتا ہوں) بیٹا ست کیونکر ہوسکتا ہے۔ لہٰذا یہ برتی گیان اسَت مِتھیا ہے۔

(۲۶) آتما وکار رہت ہے اور بدھی گیان رہت ہے اپنے آپ (میں جانتا ہوں) یا اہم جانامی کا انوبھو کرنے کی شکتی نہیں رکھتی۔ جیو اگیان کے کارن موہت ہو کر اپنے کو درشٹا کرتا اور گیاتا جانتا ہے۔

شرح) آتما ایک ادوتیہ نراکار اور نروکار ہے۔ ایک میں کریا آدی وکار نہیں ہوسکتے۔ اس لئے آتما وکار رہت ہے۔ کسی بھی کاریہ کا کرتا نہیں ہوتا۔ بدھی سوئم جڑ ہے۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ بیہوشی اور سوشپتی کی حالت میں بدھی کریا رہت ہوتی ہے۔ کوئی مہمان آوے۔ تو اس کی تواضع نہیں کرتی اور اگر کوئی چور آجاوے تو اس کو منع نہیں کر سکتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چیتن کی شکتی کے بغیر یہ کچھ نہیں کر سکتی۔ "میں جانتا ہوں" روپی برتی کا انوبھو بدھی میں نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ انوبھو کرنا چیتن کا کام ہے۔ جڑ کا نہیں۔ بجلی کی دھار کو آپ چیتن شکتی کے تُل جانئیں۔ اور بدھیاں بمانند بلب ہیں۔ ہر بلب اپنی اپنی شکتی انوسار بجلی کی دھار سے روشنی حاصل کر کے روشن ہوتا ہے۔ اپنے آپ میں روشنی دینے کی شکتی بلب میں نہیں۔ آتما وکار رہت ہے۔ اور بدھی گیان سے شونیہ ہے پھر بھی حیرت ہے کہ جیو اگیان کے کارن اپنے آپ کو دیکھنے والا۔ جاننے والا مانتے ہیں۔ ایک اور ادوتیہ ہونے سے آتما میں دیکھنا۔ کرنا اور جاننا نہیں بنتا۔ کیونکہ یہ سب کریا دو یا دو سے زیادہ وستوؤں میں بن سکتی ہے۔ ایک میں نہیں بن سکتی ہے۔ جہاں کوئی غیر نہیں۔ کون کس کو جانے۔ کون کس کو دیکھے۔ اور کون کونسی کریا کرے۔ ایک میں تو بانی بھی موک ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہاں من بانی پہنچے بنا ہی لوٹ آتی ہے۔ اندریوں کا وشے نہ ہونے سے اسے اگوچر کہتے ہیں۔ بدھی یا انتہ کرن سوئم جڑ گیان سے رہت ہے۔ اچیتن ہے جس میں گیان نہیں۔ وہ کیونکر درشٹا کرتا گیاتا ہوسکتی ہے۔ لیکن آتما کے بدھی میں پرتی بمت ہونے سے جو اہنکار پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ اہنکار ٹھیک نہ جاننے سے (اگیان سے) اپنے کو کچھ اور کا اور ہی ماننے لگا ہے۔ اور آتما کے سروپ بھوت لکشن گیان اور درشٹاپن کو اپنے میں ماننے لگ جاتا ہے۔ وستوتہ اہنکار بھی انتہ کرن کا ایک انگ ہی ہے۔ من بدھ چت اور اہنکار ان چاروں کو ملا کر انتہ کرن کہتے ہیں۔ ایک ہی شکتی چار مختلف کام کرنے سے چار نام والی ہوتی ہے۔ اور پھر آتم رُوپی سوریہ کی انتہ کرن روپی ایک کرن ماتر ہے جس طرح سوریہ کی کرن سورج سے علیحدہ کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ اسی طرح آتما سے بھن انتہ کرن کی کوئی ہستی نہیں۔ یہ سب خیالی اور فرضی اشیاء ہیں۔ حقیقی نہیں جس طرح سوپن سنسار کے سارے پدارتھ اور جیو صرف خیالی اور وہمی ہوتے ہیں۔ وستوتہ کہیں پیدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح ہمارا جیوپن خیالی ہے۔ وستوتہ کہیں پیدا نہیں ہوا۔ ہم جیو نہیں ہیں۔

(۲۷) رسّی میں سرپ بھرم کی طرح اپنے آپکو جیو ماننا بھئے دینے والا ہے یدی یہ انوبھو ہو جائے "میں جیو نہیں پرم آتما ہوں" تو وہ بھئے سے مکت ہو جاتا ہے۔

شرح) ہمارا اپنے آپ کو جیو ماننا کچھ اس قسم کی غلطی ہے جیسے منش کو بعض اوقات رسّی میں سانپ کا وہم ہو جاتا جب پوری روشنی نہیں ہوتی اور گھپ اندھیرا بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت اگر کہیں رسّی پڑی ہو تو اس کو دیکھکر سانپ کا وہم ہو جاتا ہے۔

اور اس وہم کے ساتھ ہی ڈر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب ہم اپنے آپ کو جیو محض ماننے لگ جاتے ہیں۔ جیو جس کی ہستی کوئی نہیں۔ جو وستو ماتر نہیں۔ بلکہ آبھاس ماتر ہے۔ یا شبد ماتر ہے۔ تو ہم اپنے آپ کو بھے میں ڈال دیتے ہیں۔ جیو بنکر پاپ پُن نرک سورگ جنم مرن آدی بھے بھرم ہمارا سواگت کرتے ہیں۔ اور ساری عمر ہم ان کی بھول بھلیاں سے نکل نہیں سکتے۔ شریر کے دُکھ سُکھ سے دُکھی سُکھی ہوتے ہیں۔ خواہشات کے غلام ہو کر ساری عمر سر پٹکتے رہتے ہیں۔ واسنائیں پوری نہیں ہوتیں۔ شریر شانت ہو جاتا ہے۔ بھے میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بھے ہی میں جیتے اور مر جاتے ہیں۔ یہی جیو کی گتی ہے۔ لیکن اگر جیتے جی یہ انوبھو ہو جائے کہ میں شریر نہیں ہوں۔ من بدھ اہنکار آدی جیو نہیں ہوں۔ پران آدی وایو نہیں ہوں۔ گیان و کرم اندریہ نہیں ہوں۔ تین اوستھا اور پانچ کوش نہیں ہوں۔ جڑ اور چیتن سے ولکشن کھشر اور اکھشر سے نیادہ اور کھشیتر اور کھشیتر گیہ سے بھی پرے پرم آتما میں ہوں۔ سب کا اپنا آپ ہوں۔

آپ ہی آپ ہوں یا غیر کا کچھ کام نہیں۔ اپنے آپ کے سوا غیر کوئی ہے ہی نہیں۔ جونہی یہ انوبھو ہوتا ہے۔ منش بھے سے مکت ہو جاتا ہے نربھے پد کو پالتا ہے۔ یہی ابھے پد ہی مکتی موکش ست پد پرم دھام اینادی انیک ناموں سے وکھیات ہے۔ جگیاسو کو ابھے کی پراپتی کے لئے آتم سروپ میں۔ نیشٹھا حاصل کرنے کا یتن کرنا چاہیئے۔ جس سے ہر پرکار کے بندھن سے خلاصی حاصل ہوتی ہے۔

(۲۸) آتما بدھی اندریہ آدی کو اسی طرح پرکاش کرتا ہے۔ جس طرح دیپک گھٹ آدی پدارتھوں کو پرنتو آتما کو یہ جڑ پدارتھ پرکاش نہیں کر سکتے۔

(شرح) لمپ کی روشنی میں یا سورج کی روشنی میں دوسری وستوئیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ گھڑا ہے۔ یہ کھاٹ ہے۔ یہ میز ہے وغیرہ وغیرہ اس واسطے کہا جاتا ہے۔ کہ لمپ ان وستوؤں کو پرکاش کرتا ہے۔ لمپ کو یا سورج کو دیکھنے کے لئے کسی دوسرے پرکاش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے پرکاش سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ جس طرح لمپ دوسرے پدارتھوں کو پرکاش کرتا ہے۔ اسی طرح آتما بدھی اندریوں کو پرکاش کرتا ہے۔ کیونکہ آتما کے پرکاش سے ہی بدھی اندریہ آدی اپنے اپنے کاریہ میں پرورت ہوتے ہیں۔ سوشپتی اوستھا میں یا غشی کی حالت میں بدھی اور اندریوں کو آتما کا پرکاش نہیں ملتا۔ اس لئے وہ اپنا اپنا کاریہ نہیں کر پاتے۔ بلکہ جڑ ہو جاتے ہیں۔ اور مرنات پرش کے لئے تو بھوتک پرکاش بھی نشپھل ہوتا ہے۔ کیونکہ جیتے پرش کے حق میں جبکی آنکھیں ٹھیک ہیں۔ لمپ یا سورج کی روشنی معنی رکھتی ہے۔ اسلئے اُتم پرکاش سے ہی سب پرکاشت ہوتے ہیں۔ تمام جڑ پدارتھ پرکاش رہت ہوتے ہیں۔ وہ پرکاش کے لئے دوسرے پرکاش کیندر کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور خود کسی کو پرکاش نہیں کر سکتے۔ من بدھی دیہہ اندریہ وغیرہ سار اسنگھات جڑ ہے۔ یہ جڑ پدارتھ آتما کے پرکاش میں کام کرتے ہیں۔ اسلئے آتما کو پرکاش نہیں کر سکتے۔ پرکاش آتما کا سروپ ہے۔ اس لئے اس کو دوسرے پرکاش کی اوشکتا نہیں۔ یہ خود اپنے پرکاش سے ہی پرکاشت ہوتا ہے۔ شاستر میں آتما کو سوئم جیوتی کہا ہے۔

(۲۹) جس طرح ایک لمپ کو پرکاش کرنے کیلئے دوسرے لمپ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح آتما جس کا سروپ ہی گیان ہے۔ کو جاننے کے لئے کسی دوسرے گیان کی ضرورت نہیں۔

(شرح) جس طرح لمپ کسی کمرے کے سارے ساز و سامان کو پرکاش کرتا ہے۔ اور اگر کمرہ خالی ہو تو خالی کمرہ کو د

لیکن اپنی روشنی سے خود روشن ہے۔ اس کو دیکھنے کے لئے کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سورج جو تمام روشنیوں کا بھنڈار ہے جو سارے جگت کے پداردھوں کو پرکاش کرتا ہے۔ کیا اسکو دیکھنے کے لئے کسی دوسری روشنی لمپ وغیرہ کی ضرورت ہو سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو اپنی روشنی سے روشن ہو کر دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح سے چیتن آتما کا سروپ گیان ہے۔ جاننا اس کا نجی گن ہے۔ وہ کبھی اس سے دُور نہیں ہوتا ہے۔ جاگرت اوستھا میں جاگرت کے پداردھوں کو۔ سوپن اوستھا میں سوپن کے پداردھوں کو اور سوشپتی اوستھا میں اگیان اور آنند کو یہ آتما جانتا اور پرکاش کرتا ہے جس طرح لمپ کمرے میں سامان کے ہونے کو یا وہاں کی لگی شکل کو پرکاش کرتا ہے اور جب کمرہ خالی ہو جاتا ہے۔ تو اس کے خالی پن کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا پرکاش کرنا جوں کا توں ہر حالت میں موجود رہتا ہے۔

اسی طرح جاگرت ہو یا سوپن یا سوشپتی۔ آتما کا جاننا اور پرکاش کرنا ہر حالت میں بنا رہتا ہے۔ آتما جو ہر حالت میں گیان سروپ ہے اسکے گیان اور پرکاش کے لئے کسی دوسرے گیان اور پرکاش کی اوشکتا کیونکر ہو سکتی ہے۔

اب سوال ہو سکتا ہے کہ سورج اور لمپ بھوتک روشنیاں ظاہر ہیں۔ آتما بھی اسی طرح گیان سروپ ہے۔ یا پرکاش سروپ ہے۔ تو ظاہر کیوں دکھائی نہیں دیتا۔ اور اسکو پانے کے لئے سادھن کی اوشکتا کیوں ہوتی ہے۔ اسکے جواب میں ہمارا کہنا یوں ہے۔ کہ بھوتک پدارتھ اندریوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ آتما سوکشم وستو ہے۔ وہ بدھی کی آنکھوں سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ یا انوبھو کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح بجلی کی دھار ایک سوکشم وستو ہے! اور آنکھوں سے دیکھی نہیں جا سکتی۔ بلب پنکھے میں کام کرتی ہوئی دیکھی جا سکتی ہے۔ جہاں جتنا اچھا صاف بڑا بلب ہوگا۔ وہاں اُتنی ہی زیادہ شکتی کا پرادربھاؤ ہوگا۔ اسی طرح بدھی اندریہ آدی بمانند بلب ہیں اور اگر ان کو پوری طرح سے صاف کیا گیا ہو۔ تو یہ آتما کے ادبھت چمتکار کو پرگٹ کرتے ہیں۔ انتہ کرن کی شدھی پر جو شاستر میں زور دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ آتما تو نت شدھ پراپت گیان سروپ جوں کا توں موجود ہے۔ ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ صرف ہمارا انتہ کرن صاف نہیں ہوتا۔ اس میں انیک پرکار کی آلائشیں (خواہشات) جمع ہوتی ہیں۔ راگ دویش ایرشا مان ماتسریہ اتیادی انیک دوش وہاں رہتے ہیں۔ جس سے آتما کا گیان و پرکاش صاف صاف پرتیت نہیں ہوتا لیکن جونہی سادھن کرکے منش انتہ کرن کو شفاف اور شدھ کر لیتا ہے من ایکاگر ہو جاتا ہے۔ آتما کی روشنی اور گیان کا وہ کیندر ہو جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سادھن صرف پرتی بندھ کو دُور کرتا ہے۔ روشنی جو پہلے موجود ہوتی ہے۔ وہ خود بخود ظاہر ہونے لگتی ہے۔ باقی پھر

زمانہ بسنت کا

اثرِ خامہ۔ دِل (خوشتاب نواسی) دہلی

(۱)

تاروں نے جگمگا کے بلایا بسنت کو صبح نے مسکرا کے بلایا بسنت کو
کرنوں نے پاس آ کے بلایا بسنت کو موجوں نے سر اُٹھا کے بلایا بسنت کو
آسان تو نہ تھا یونہی آنا بسنت کا
پھر آ گیا قریب زمانہ بسنت کا

(۲)

غنچوں پہ ایک عالمِ شاداب آ گیا وہ دَور جس کا دیکھتے تھے خواب آ گیا
کیف و سُرور و عیش کا اسباب آ گیا رندو! اُٹھو کہ دَورِ مئے ناب آ گیا
پینے کو مل گیا ہے بہانہ بسنت کا
پھر آ گیا قریب زمانہ بسنت کا

(۳)

آہٹ جونہی بسنت کے آنے کی پا اُٹھے قدرت کے ساز خود بخود ہی جھنجھنا اُٹھے
"خوش آمدید" کہنے کو طائر جو گا اُٹھے تو چشمے کوہسار کے بھی سُر ملا اُٹھے
سارے جہاں نے اس طرح مانا بسنت کا
پھر آ گیا قریب زمانہ بسنت کا

(۴)

سوکھے ہوئے چمن کو آج برگ تر ملے مرجھائی ہوئی شاخ کو شیریں ثمر ملے
شبنم کے سبزہ زار کو لعل و گہر ملے اور طائروں کو آج نئے بال و پر ملے
قدرت نے یوں لٹایا خزانہ بسنت کا
پھر آ گیا قریب زمانہ بسنت کا

(۵)

ہے شاخ شاخ، وجد کے عالم میں آ رہی
خوشبو چہل چہل کے ہے گلشن پہ چھا رہی
نرگس، روش روش پہ ہے آنکھیں بچھا رہی
شبنم قدم قدم پہ ہے شیشہ دکھا رہی
سنبل کے گیسوؤں میں ہے شانہ بسنت کا
پھر آ گیا قریب زمانہ بسنت کا

(۶)

غنچے چٹک چٹک کے ہیں رونق بڑھا رہے
ساغر چھلک چھلک کے ہیں مستی لُٹا رہے
طائر چہک چہک کے ہیں نغمے سُنا رہے
موتی ڈھلک ڈھلک کے ہیں سبزہ پہ آ رہے
قربان ایسا رنگ جمانا بسنت کا
پھر آ گیا قریب زمانہ بسنت کا

(۷)

تُو آ کہ میرے دل میں بھی آ جائے پھر بسنت
اس زندگی پہ رحمتیں برسائے پھر بسنت
سُوکھی کلی اُمید کی مہکائے پھر بسنت
اِک نُور بن کے تیرگی پہ چھائے پھر بسنت
تیرے بغیر سُونا ہے آنا بسنت کا
پھر آ گیا قریب زمانہ بسنت کا

ستیہ درشن یعنی دیدارِ حق

(مصنفہ پروفیسر نرمل چند رجی)

پروفیسر صاحب کی علمی لیاقت سے کون واقف نہیں۔ ویدانت کے گوڑھ مضمون کو انہوں نے اس کتاب میں اس خوبی سے قلمبند کیا ہے کہ معمولی سمجھ بُوجھ کا جگیاسو بھی اس سے لابھ اُٹھا سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ صرف ایک حقیقت موجود ہے۔ مادہ۔ طاقت۔ زندگی۔ ذہن اور رُوح سب اُسی کے مختلف پہلو ہیں۔ حقیقت واقعیت میں جیتی ہے اور اس لئے اس کا علم جینے کی روشنی دیتا ہے کہ صرف انسان ہی اس حقیقت کو جان کر جینے کی پوری خوشی اب اور یہاں حاصل کر سکتا ہے۔ یہ پستک ستیہ (آتما) کا پرتکش درشن کرانے کی سمرتھ رکھتی ہے۔ یہ کتاب مضبوط جلد میں ملبوس۔ کاغذ اعلیٰ سفید۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت اڑھائی روپے۔ لیکن اوم کے پیداروں سے رعائتی قیمت صرف دو روپے علاوہ ڈاک خرچ 85 پیسے۔

ملنے کا پتہ دفتر رسالہ اوم، اجمیری گیٹ دہلی نمبر ۶۔

گزشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کیلئے دیکھو ہندو دھرم انک ستمبر ۱۹۶۷ء

بھگوان شنکر آچاریہ کرت

سادھن پنچک

(از قلم سنت ہری سنگھ جی)

بیسواں اُپدیش

श्रुति मतस्तर्कोऽनु संधीयतां ॥

شرتی انوکول ترک کو خوب اُٹھانا چاہیئے

تشریح:- ترک بالکل بُری چیز نہیں اسلیئے وہ ترک جو شرتی بھگوتی کے انوکول ہو اُسے خوب اُٹھانا چاہیئے۔ ایسے ترک کے اُٹھانے سے شرتی کا نشچے اور بھی پختہ ہوتا ہے۔ اسلیئے جان لو کہ یہاں تو اُس ترک کی نندا کی گئی ہے جو وید اور شاستر کے برخلاف ہو۔ اسی لئے "मा कुतर्कयताम्" تर्कयताम् یعنی ترک کرنا مگر کھوٹی ترک نہ کرنے کا ہی اُپدیش دیا جا رہا ہے۔ چونکہ شردھا کے بغیر جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے ممکھشو کو چاہیئے کہ دُشٹ ترک کبھی نہ کرے۔ ہمیشہ شرتی انوکول ترک کو ہی کیا کرے۔ تاکہ اس کی بُدھی میں سب بات آجائے۔ کٹھ اُپنشد میں بھی ۲-۲-۹ नैषातर्केणमतिरापनेय ارتھات آتم درشینی بُدھی کبھی ترک سے پراپت نہیں ہوتی نچکیتا کے تائیں بھگوان یم نے بتلایا ہے اسلیئے اپنے منن کو مضبوط بنانے کے لئے سادھک شرتی انوکول ہی ترک کرے۔

اب دھیان کا جسے ویدانت میں ندھیاسن نام دیا گیا ہے۔ آچاریہ جی اُپدیش کرتے ہیں۔

اکیسواں اُپدیش

ब्रह्मैवास्मि विभाव्यताम् ॥

"میں برہم ہوں" کی بھاونا کرنی چاہیئے۔

تشریح:- شرون اور منن کے بعد ندھیاسن کا اُپدیش آیا ہے۔ مگر اعتراض ہوتا ہے کہ جہاں شرون اور منن کرنے پر آتم ساکھیات کار ممکھشو کو ہوا۔ وہاں اب ندھیاسن کی ضرورت ہی کیا رہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو ایسے سالک کو جہاں تک کہ آتم درشن کا تعلق ہے کچھ بھی شک نہیں رہا تاہم شاستروں کے اندر وپریت بھاونا نام والی ایک مہان اُپادھی دور کرنی ابھی بھی باقی ہے جسکی نورتی بجز ندھیاسن یعنی دھیان نہیں ہو سکتی۔ اس وپریت بھاونا کو دیہہ ادھیاس یا وپریت بھی کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ شرون اور منن کرنے والے سادھک کو اگرچہ اپنے آتم سروپ میں کچھ سمجھنا باقی نہیں رہتا تو بھی انادی کال کی جگت واسناؤں کی وجہ سے اُسے بھی بار بار دیہہ میں اہنکار اور دیہہ کے تعلق میں انہوالوں میں ممتا آجاتی ہے۔ جسکے لئے ندھیاسن کی خاص ضرورت ہے۔ ندھیاسن کے لفظی معنے گو دھیان کے ہیں تاہم اس میں اتنا فرق ضرور ہے کہ دھیان تو آتم ساکھیات کار سے پہلے بھی کسی سگن مورتی میں ہو سکتا ہے مگر ندھیاسن نہیں۔ ند

اندر تو نیم ہے کہ وہ اودشیہ ویدانت واکیوں کے شرون اور منن کے بعد ہوتا ہے۔ گو سجاتی برتیوں کے پرواہ اور وجاتی کے تیاگ میں ندھیاسن اور دھیان دونو برابر ہیں۔ تاہم لکھش کے بھید سے ان کا بھی بھید ہو جاتا ہے۔ یوں ایک مدت جب اس قسم کا ابھیاس مکھشو کرتا ہے تو یقیناً وپریت بھاونا کمزور ہو کر اڑ جاتی ہے۔ اور یہی تھا مطلوب۔ اس لئے اس موقع پر "اہم برہم" کی بھاونا مکھشو کو کرنی چاہیئے"۔

— مگر ہمارے کئی بھائی اس مہاواکیہ کو سنتے ہی بگڑ جاتے ہیں۔ اور انکی طبیعت میں ایک ہلچل پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اس پر نہ صرف اعتقاد ہی نہیں رکھتے بلکہ انہیں اس سدھانت پر نہایت کراہت ہوتی ہے۔ اور وہ اس طریقہ ابھیاس کو ناستکتا کہتے ہیں۔ لیکن جان لو کہ ایسے معترضوں کے قلب پراگندہ ہیں۔ اور اس قسم کی کراہت فقط قلب کی کدورت کیوجہ سے ہے۔ جہاں شرتی بھگوتی کے اپدیش سے یہ بات متعلق ہے وہاں آچاریہ جی کب اس وشیشٹھ اپدیش کو دبا دیں گے اور اتنا ہی نہیں اس کا حل گیانی مہاپرشوں پر ہو چکا ہے۔ وہ اسکی نسبت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اسلئے اس پر اتنی نقطہ چینی جائز نہیں۔ بلکہ جس سے اپنے ہی چت کی میل اترے اسکے لئے ایشور سے پرارتھنا کرنی چاہیئے تاکہ چھپے ہوئے تمام مخفی راز کھل جاویں۔ اسکی تصدیق میں یہ شلوک پرمان ہے۔

ऽनुभूती भावे ऽपि ब्रह्मास्मीति चिन्त्यताम।
ऽप्यस्त प्राप्यते ध्यानात् सदाप्तं ब्रह्म किं पुन: (प: ९:६-५५)

مطلب۔ انوبھو نہ ہونے پر بھی "میں برہم ہوں" چنتن کرنا چاہیئے۔ کیونکہ است وستو کو بھی جب ادھیاس سے پراپت ہو جاتے ہیں۔ وہاں ست سروپ آتما کیوں نہ ملے گا۔

اتنا ہی ندھیاسن کی تصدیق میں کافی ہے۔ تاہم ہمارے آچاریہ جی اسے اور بھی دڑھ کرنے کیلئے اگلے تین اپدیش دیتے ہیں۔

بائیسواں اپدیش

ऽहरह: गर्व: परित्यज्यतां ॥

دن دن اہنکار کو تیاگنا چاہیئے

تشریح:۔ ندھیاسن کے مسلسل پرواہ سے دن بدن ہنکار چھوڑنا چاہیئے۔ یہ بھی اوپر ودھی مکھ سے بتلاتے ہوئے اہنگ برہم اسمی کی بھاونا کا ہی نشیدھ مکھ سے اپدیش ہے۔ اس سے علیحدہ یہ اپدیش نہیں کیونکہ جوں جوں اہنگ برہم اسمی کی بھاونا کا دڑھ ابھیاس ہوگا ہنکار خود بخود کمزور ہوتا چلا جاویگا۔ اور جتنا اہنکار شتھل ہوگا اسی قدر ہی برہم آنند کا انوبھو بھی ہونے لگے گا۔ جیسا کہ اس ذیل کے شلوک میں سوامی وِدیارنیہ نے درشایا ہے۔

यावद् यावद् हंकारो विस्मृते:ऽभ्यास योगत: ।
तावद् तावद् सूक्ष्म दृष्टे: निजानन्दो ऽनुमीयते ॥ (प: ९: ११-९८)

ترجمہ:۔ یوگ ابھیاس سے جسقدر اہنکار دور ہوتا ہے سوکھشم درشٹی ودوان کو اسی قدر نجانند کی انوبھوتی ہونے لگتی ہے۔ اس لئے گو آچاریہ جی نے اپدیش کی غرض سے ایسا کہا ہے۔ مگر جان لو کہ ندھیاسن کا رسیا خود بخود ہی اس آنند کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ دنیاوی وشیوں کے تچھ آنند بھی جب جیو ایک بار سیون کر لینے پر تا زندگی انہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ تو بھلا سچے اور شدھ برہم آنند کا انوبھو کرنے والا کب اس سے پیچھے ہٹے گا۔ اور کب اس کا ندھیاسن چھوٹ سکے گا۔ اسلئے اعلیٰ ادھیکاری کیلئے یہ اپدیش ودھی

یعنی شاستر کی آگیا روپ نہ ہوگا کیونکہ وہ تو بغیر اپدیش کے ہی اس میں لگا رہتا ہے ہاں مدھم ادھکاری کے تابئیں تو ہو سکتا ہے۔
اسی بات کو اگلے اُپدیش میں اور بھی صاف کرتے ہیں۔

تیئسواں اُپدیش देहेऽहंमति रुन्ध्यतां جسم میں اہنگ بدھی چھوڑنی چاہیئے

تشریح:۔ سابقہ اپدیش میں اہنکار پد سے ہر قسم کے ابھیمان کو ہی سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً دیہہ ابھیمان۔ جاتی ابھیمان۔ وِدّیا ابھیمان۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے وہاں اہنکار تیاگ سمبندھی سمان اُپدیش ہے لیکن یہاں اس اُپدیش میں پھر بار بار اہنگ بدھی چھوڑنے کے لئے جو اُپدیش دیا جا رہا ہے۔ یہ محض دیہہ ابھیمان کی نِورتی کے لئے اُپدیش ہے۔ اس لئے اب یہاں دیہہ اہنکار نِورتی کا خاص اپدیش ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر ابھیمان کی نسبت دیہہ ابھیمان چونکہ نہایت زبردست ہے اس لئے اس کے وِشے میں علیحدہ اُپدیش آچاریہ جی نے دیا ہے اور یہ بھی سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ اسکی نِورتی بالکل سہل نہیں۔ بلکہ اس کے لئے سمے کی بھی پرتیکھشا ہے چنانچہ ادھیکاری پرش کو اس کے اندر مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ شری کرشن جی گیتا میں فرماتے ہیں۔

तत स्वयं योग संसिद्धः कालेन आत्मनि विन्दति ॥ ४-३८ गी:

ارتھات۔ اے ارجن اس گیان کو تم کال پاکر خود بخود آپنے اندر ہی پالوگے۔ ایسا آدیش دیتے ہیں۔ اور بھی اس ندھیاسن کو مضبوط بنانے کے لئے آچاریہ جی اُپدیش دیتے ہیں۔

چوبیسواں اُپدیش बुधजनै: वाद: परित्यज्यतां گیانوانوں سے وِواد نہ کرنا چاہیئے

تشریح:۔ ندھیاسن پرائن پرانی کو وِدوانوں سے جھگڑا ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ برتی ٹوٹنے سے اسکے خیالات منتشر ہو جاوینگے اور ندھیاسن کا پھل جو ادھیاس (خودی) نِورتی ہے نہ ہوگا۔ علاوہ اس کے واد وِواد سے چونکہ پرایا راجسی اور تامس چِت ہو جاتا ہے۔ اسلئے سانکی برتی کا پرواہ نہ رہنے سے لازمی طور پر ندھیاس ٹوٹ جاویگا۔ اس لئے اس طرح کے دھیان نِشٹھ پرش کو کسی سے وِواد نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے نہ صرف آتم درشٹی کی ہی نہان ہانی ہوتی ہے بلکہ راگ دویش کے سنسکار بھی پھر تازہ ہو جانے کا امکان ہے۔ اُدھر برہم آنند کے دھارا پرواہ میں بھی وِگھن ہوگا۔ کیونکہ دیہہ ادھیاس زیادہ سُپھرن ہونے سے اس کی لہر بھی شانت ہو جاویگی۔ اندریں حالات ممکھشو اپنے ندھیاسن کو مضبوط بنانے کے لئے مت وادیوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرے۔

یہاں سادھن پنچک کا یہ تیسرا اشلوک ختم ہوتا ہے۔ ایک نظر سے تو वदो नित्यं ॥ اس پہلے اپدیش سے لے کر ॥ बुधजनै: वाद: اس اوپر والے آخری اُپدیش تک پرمارتھ سمبندھی مکمل گیان اُپدیش نہایت تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ تو بھی اس گیانی پرش کی وِدہارک اِستھتی کو مدِّ نظر رکھکر چند اپدیش اگلے شلوکوں میں دیئے جاتے ہیں۔ اور یہی ان اگلے اپدیشوں کے ساتھ پہلے لکھے ہوئے تمام اپدیشوں کا سمبندھ ہے۔

क्षुद् व्याधिश्च चिकित्स्यतां ॥ پچیسواں اُپدیش

کھشدا روگ (بھوک) کا اَن سے علاج کرنا چاہیئے

تشریح:۔ وِدوان پُرش کھشدا یعنی بھوک میں روگ درشٹی کرے۔ اور اسکی نِورتی بھوجن سے کرے۔ بھوجن میں بھی اوشدھی درشٹی کرے۔ یہی آچاریہ جی کا آشئے معلوم ہوتا ہے۔ بھاؤ یہ ہے کہ کھشدا کو جب ایک بیماری کی مانند سمجھے گا تو اسکے نِورتک اَن میں بھی آسکت نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اَن تب اتینت مدھر اور رسیلا ہونے پر بھی اوشدھی سے ادھک وقعت نہ رکھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگلے دو اُپدیشوں میں بھکشا اوشدھی کا ودھان اور مدھر بھوجن کے تیاگ کا اپدیش آچاریہ جی دے رہے ہیں۔ اور یہی بھاؤنا رکھتا ہُوا یہ سنیاسی ممکھشو ندھیاسن کو نہایت مضبوط رکھ سکے گا۔ جس سے کہ نجانند کا مزا بھی پراپت کریگا۔ بجز اس کے اس ندھیاسن کے بچاؤ کی اور صورت نہیں کیونکہ سنسارک وشیوں کے سُکھ میں پڑا ہوا یہ جیو کبھی بھی برہم آنند کا بھاگی نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس قسم کے اُپدیش دھیان نِشٹھ پُرش کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

چھبیسواں اُپدیش प्रति दिनं भिक्षौषधं भुज्यतां پرتی دن بھکشا اَن کو کھانا چاہیئے

تشریح:۔ وِدوان پری براجک کو ہر روز بھکشا کے بھوجن سے نِروَاہ کرنا چاہیئے۔ بھکشا اَن کو سنیاس کے لئے دیگر بھوجنوں سے پوتر اور شدھ مانا ہے۔ اس میں کارن بھی ہے کہ ایسے اَن میں کسی پرکار کا ابھیمان یا راگ بھکشو کے نہیں ہوتا۔ مگر اس سے اترکت دیگر بھوجنوں میں ابھیمان یا آسکتی کی اشدھی کے بہت ممکنات ہوسکتے ہیں۔ خود شرتی بھگوتی نے سنیاس کے لئے بھکشا بھوجن کا تذکرہ کیا ہے۔ دیکھیے بر ذیل میں برہدارنیک اُپنشد کی شرتی کیا کہتی ہے۔

पुत्रेषणायाश्च वित्तेषणायाश्च लोकेषणयाश्च वियुत्थाय अथ

भिक्षाचर्यं चरन्ति ॥

مطلب اس شرتی کا یہ ہے کہ پُورب کال کے ممکھشو لوگ پُتر کامنا کو دھن کی کامنا کو اور لوک کامنا کو تیاگ کر کے بھکشا کرتے ہوئے ہی وچرتے بھئے ہیں۔ اب اور بھی گیانی کے وِوہار سمبندھی اپدیش آچاریہ جی کہتے ہیں۔

ستائیسواں اُپدیش स्वाद्वन्नं न तु याच्यतां ॥

سواد والے اَن کو مانگنا نہ چاہیئے

تشریح:۔ نہایت لذیذ اور رسیلے بھوجن نہ صرف جسمانی صحت کے لحاظ سے ہی بُرے ہیں بلکہ ان کا اثر انتہ کرن پر بھی بہت بُری طرح پڑتا ہے جس سے کہ آدمی کے چت کی برتی موٹی اور کثیف ہوجاتی ہے۔ دھیان بھجن پرائن پُرش اس لئے راجسی اور تامسی بھوجن کا بالکل تیاگ کر کے محض ساتکی اَن کو ہی پریوگ میں لاتا رہے۔ یوں چت پرمارتھ پنتھ سے بھی بھرشٹ نہ ہوگا۔ اور ندھیاسن کا مسلسل پرواہ بھی بخوبی چلتا رہے گا۔ لیکن وہ لوگ جو سنجم سے باہر ہو کر اعتدال کو بھی مدنظر نہ رکھ کر لذیذ اور ذائقے دار کھانے استعمال میں لاتے ہیں۔ وہ خواہ کتنے ہی عالم اور ودوان ہوں اُن کا جُملہ وچار لیس زبان تک سمجھیئے۔ اُنہیں ندھیاسن کا آنند کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ اس لئے آچاریہ جی نے ندھیاسن کی مضبوطی کے لئے یہ اپدیش

دیا ہے کہ ممکھشو پرش کو سواد والے بھوجن کی خواہش تک نہ کرنی چاہیئے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ گیانی عارف کو بھی تو پرار بدھ کے مطابق اچھے لذیذ کھانے نیز اور بھی کئی قسم کے راجسی بھوگ پدارتھ پراپت ہوتے ہیں۔ ایسی استھتی میں ممکھشو کا کیا کرتویہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس کے جواب میں یہ اگلا اُپدیش آچاریہ جی فرماتے ہیں۔

اٹھائیسواں اُپدیش

विधि वशात् प्राप्तेन सन्तुष्यतां ॥

پرار بدھ سے پراپت ہوئے بھوگوں پر ہی شاکر رہنا چاہیئے

تشریح :- اس میں شک نہیں کہ جیون مکت کو بھی سمے سمے پر انیک طرح کے بھوگ مل جاتے ہیں۔ مگر یہ بھی پہلو یہ پہلو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُنہیں وقت وقت پر نہایت ادنیٰ اور معمولی ہی کھانے کو ملتا ہے۔ بلکہ کبھی تو ملتا تک نہیں۔ یوں ایسی استھتی میں ودوان گیانی کو چاہیئے کہ ان ہر دو حالتوں کے اندر پرار بدھ پر ہی شاکر رہتا ہوا ہمیشہ لبشاش رہے۔ اور کبھی شوک یا ہرش نہ کرے۔ بلکہ یہ تو اس کے نشچے کی پریکھشا کے لئے ہی ایشور اِچھا سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک ہرش، شوک۔ خوشی۔ غمی۔ سُکھ دُکھ مان اپمان میں اپنی آتم درشٹی کے بل سے یکساں چت نہیں رہتا۔ تب تک بھی اس کے ندھیاسن کی نسبت کیا پریچے دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا گیانی کو ان جملہ دونادوں میں پرار بدھ سے ملے ہوئے بھوگوں سے خود کو نرلیپ نروکار اور اسنگ ہی سمجھنا چاہیئے۔ جیسے سونے کو آگ میں ڈالنے سے اس کی دُرست پریکھشا ہو جاتی ہے۔ ویسے ہی مکت پرش کے بھی ایشور اِچھا سے آئے ہوئے دکھوں سُکھوں میں گیان کا امتحان ہو جاتا ہے۔ کُندن سونے کی مانند مہا پُرش ہمیشہ ہی چمکتی جیوتی کی طرح شُدھ ثابت ہوتے ہیں۔

مگر بعض لوگ اس میں بھی بڑے بڑے غلط نتائج پر کبھی کبھی پہنچ جایا کرتے ہیں۔ اُنہیں ایسا دیکھ کر کہ گیانی مہاتما بیمار ہے بڑا تعجب ہوا کرتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ گیان وان پُرش کو کبھی بھی روگی یا بیمار نہ ہونا چاہیئے۔ چونکہ انہوں نے پرماتما کو جانا ہے۔ اس لئے انہیں کبھی دُکھ نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ جب کبھی ایسا دیکھ پاتے ہیں تو جھٹ ہی ایسا انومان لگاتے ہیں کہ فلاں ابھی تک اعلیٰ عرفان تک نہیں پہنچا۔ مگر ناظرین یہ سراسر بھول ہے۔ اور اس قسم کی تصدیق بجز اس بات کے کہ ایسے لوگوں کو کچھ بھی شاستر کا گیان نہیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لئے یقین کرو کہ پرار بدھ کرم کا پھل اٹل ہے۔ اُسے سب نے ہی بھوگنا ہے۔ خواہ گیانی ہو یا اگیانی۔ لیکن اُسے بھوگنے میں بھی زمین اور آسمان کا فرق رہے گا۔ گیانی اُسے ہنس کر بھوگے گا۔ مگر اگیان اگیانی روتا ہوا۔ گیانی جانتا ہے کہ محض پورے پہلے کرموں کا ہی پھل ہے۔ جن کا فقط جسم کے ساتھ ہی تعلق ہے۔ مگر آتما ہمیشہ غیر موثر رہتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے گیانی جس نے جسم کو ہی اپنا آپ سمجھ رکھا ہے اور بجز جسم کے آتما کا گیان نہیں رکھتا۔ جسم کے دُکھ سے دُکھی ہی آپ کو جانتا ہے۔ چونکہ ایسی پہچان صرف آتما اور اناتما کی امتیاز پر ہی مبنی ہے۔ اس لئے ان ہر دو کے پرار بدھ بھوگ میں بھی بڑا فرق ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ بھوگنا سب ہی نے ہے۔ کیونکہ پرار بدھ کرم کا بھوگ اوشیہ ہوتا ہے۔ اس میں یہ چند شاستر واکیہ ہم درج کرتے ہیں۔

प्रारब्ध कर्मणों भोगादेव क्षयः ॥ یعنی پرار بدھ کرم کا بھوگ سے ہی ناش ہوتا ہے۔

ना ऽभुक्तं क्षीयते कर्म कल्पकोटि शतैरपि। — کروڑوں کلپوں تک بھی نہ بھوگا ہوا کرم نشٹ نہیں ہوتا۔

गहना कर्मणो गति। — کرم کی گتی بڑی گہن ہے۔

अवश्यमेव भोक्तव्यं कृतं कर्म शुभाशुभं॥ — کیا ہوا شبھ اتھوا اشبھ کرم اوشیہ ہی بھوگنا پڑتا ہے۔

अवश्यम भावि भावानां प्रतिकारो भवेत यदि।

तदा दुःखैर्न लिप्येरन् नल राम युधिष्ठिरा॥ (प: द: ७-१५६)

مطلب۔ اوشیہ ہونے ہارے کرموں کا اگر علاج ہوتا تو راجہ نل شری رام چندر اور دھرم پُتر یدھشٹر کبھی دُکھی نہ ہوتے۔ اب چونکہ اس پراربدھ کے بھوگ کئے بغیر اس کا حل نہیں اس لئے آچاریہ جی اس کا اگلا بھی اُپدیش دیتے ہیں۔

انتیسواں اُپدیش

शीतोष्णादि विषह्यता — گرمی سردی کو سہارنا چاہئے

تشریح:۔ پراربدھ سے آئے ہوئے تمام دوندوں کو اپنے اوپر سہارنا چاہیئے۔ اگرچہ آچاریہ جی یہاں فقط سردی اور گرمی کے ہی سہارنے کا اُپدیش دیتے ہیں مگر نہیں "شیت اوشن" پد تمام دوندوں کا اُپلکھشن ہے ان کا سہن دو طرح سے ہے۔ ایک تو استھول درشٹی سے اور دوسرے وچار درشٹی سے۔ استھول سہن یوں ہے کہ پراربدھ روپ نمت سے آئے ہوئے ان سکھ دکھوں کا۔ اپنی طبیعت پر قابو پا لینے سے برداشت کر لینا ہے یعنی طبیعت کا ایسا میلان بنانا کہ اُن کا پربھاو ہی نہ پڑنے پاوے اور جوں کا توں ایکرس بنا رہے۔ مگر ویدانت کی درشٹی سے اُنکا سہن کر لینا خود کو اُن تمام کا درشٹا اور ساکھشی سمجھ کر انہیں ورشیہ اور متھیا روپ جاننا اس سے اتر کت نہیں۔ اور فی الواقع یہی آچاریہ جی کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔

تیسواں اُپدیش

न तु बृथावाक्यं समुच्चार्यतां — وِیرتھ بات کو نہ بولنا چاہئے

تشریح:۔ من اور اندریوں کے تپ کی مانند بانی کا سنیم روپ تپ بھی مُمکھشو کے ندھیاسن کی خوب حفاظت کرتا ہے۔ شرتی بھگوتی بھی فرماتی ہے۔

ना ऽनुध्यात् बहून्छब्दान् वाचो विग्लापनं हि तत्॥

प्रज्ञाम कुर्वीत ब्राह्मण: — ارتھات بہت نہیں بولے کیونکہ بہت بولنے سے بانی کا تکان ہوتا ہے۔ بلکہ یعنی آتم وشئیی بدھی کو بنا دے۔ ایسا اُپدیش دیتی ہے۔ چونکہ زیادہ بولنے سے آدمی کی شکتی زائل ہو جاتی ہے۔ اسلئے مُمکھشو پُرش کو چاہیئے کہ وہ بانی کا اتنا ہی پریوگ کرے جس سے ندھیاسن میں نقص واقع نہ ہو۔ اور برتی بھی ٹوٹنے نہ پاوے۔ اس میں شک نہیں کہ ندھیاسن کے لئے جس قدر شاستر وکت سوادھیائے پٹھن پاٹھن آدی ضروری ہیں۔ اُن کا مطالعہ بھی پہلو رکھے۔ مگر اس بات پر ضرور دھیان دیوے کہ اُنکے ہی اندر نہ لگا رہے۔ کیونکہ اصل چیز اس کے لئے ندھیاسن ہے

کتابوں کا مطالعہ نہیں۔ یوں ہر پہلو اور ہر پرکار سے ندھیاسن کو ہی مضبوط بنانے کا شری آچاریہ جی کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی پختگی کے لئے اور بھی اپدیش آگے دیتے ہیں۔

اکتیسواں اُپدیش

प्रौदासीन्यम भीप्स्यतां ॥

اُداسینتا کو ہمیشہ اپنانا چاہیے۔

تشریح:۔ دھیان نشٹھ پُرش کو کسی بڑے آرمبھ میں نہ جانا چاہیئے۔ بلکہ جتنا وِوہار صرف شریر یاترا کے لئے بھی کرنا پڑے اُس میں بھی چت کی اُپرامتا رکھے۔ کیونکہ ادھک وِوہار کرنے سے بھی آتما کار برتی ٹوٹ جانے کا امکان ہے۔ لیکن پراربدھ سے بھی پراپت ہوئے وِوہاروں میں اناسکت ہو کر اُسے رہنا چاہیئے۔ مطلب ان سب اُپدیشوں کا یہ ہے کہ جب تک ٹھیک گیان وان ہو کر صحیح استھتی نہ پاوے ان سب سادھنوں پر غور کرے۔ چونکہ آدمی کے انتہ کرن میں انادی کال کی انیک وِشے واسنا اور جگت بھید کی واسنا پڑی ہیں۔ اس لئے جب تک انہیں جڑ سے اُکھاڑ نہ دیا جاوے اعلیٰ معراج تک پہنچنا امر ناممکن ہوگا۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ ایسی اعلیٰ اوستھا میں بھی استھت ہوئے یوگی کو آچاریہ جی کئی سادھنوں کا اپدیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لہٰذا خوب اناسکت ہو کر اور اُداسین ہو کر نواس کرے۔ (باقی پھر)

اوم

مستی

شری میاں سنت بوڑ سنگھ جی بیسر

تو ایسا مست ہو جس سے خرد سب ہوش کھو جائے
مگر لفظوں سے یہ مستی کبھی نہ ہاتھ آئے گی
صنم کے عشق میں ہر دم تیرا دل محو ہو جائے
اُسی کی یاد سے خانۂ دل آباد کر ڈالے
جو خاص الخاص پنہاں راز ہے مستی دکھائیگی
یہ مستی نعمتِ یزداں ہے گر چہ ہاتھ آجائے
جو عشق حق میں دل سے مست ہو کے مست رہتا ہے
ریاکاری غم و غصّہ کو مستی چھوڑ دیتی ہے
یہ دُنیا دنگ رہ جاتی ہے مستانوں کی باتوں سے
یہ اپنے یار کی مستی میں ہر دم مست رہتے ہیں
خودی کو چھوڑ کر ہی رازِ مستی ہاتھ آتا ہے
یہ مستی اِک سمندر ہے جو غوطہ اسمیں لاتا ہے
وہ اپنی جان کو اپنے صنم پر وار دیتا ہے
مٹا کر اپنی ہستی کو تُو مستی میں فنا ہو جا
تو پھر دیکھے گا نظّارہ کیا مستی دکھاتی ہے
وہاں تو یاس و حرماں ہر گھڑی ہی دُور رہتے ہیں
وہاں کے رہنے والے موت سے آزاد ہوتے ہیں
اگر تو اُن کی آنکھوں سے ذرا مستی چُرا لائے
جو من بس میں نہیں آتا وہ تیرے بس میں آجائے
یہ جھوٹی خواہشیں دل سے تیرے سب دُور ہو جائیں
یہ مستی پریم ہے اور پریم مستی کا خزانہ ہے

ہو ایسا مست کہ مستی بھی تجھپر مست ہو جائے
نہ جبتک مرشد کامل سے کچھ اسرار پائے گی
تو جاگے عشق میں اور عشق میں ہی دیکھ سو جائے
ریاکاری کو بالکل دُور کر برباد کر ڈالے
یہ مستی ہے تجھے قدرت کا مستانہ بنائے گی
ہمیشہ کیلئے ہی دل سے دُوئی کو مٹا جائے
ہزاروں غم بھی آجائیں خوشی سے اُنکو سہتا ہے
یہ واصل حق سے ہو کے سب بندھن توڑ دیتی ہے
ہزاروں فیض پا جاتی ہے مستانوں کی باتوں سے
وہی کر ڈالتے ہیں جو کہ اپنے مُنہ سے کہتے ہیں
جو بیخود ہو گیا سمجھو وہ سب بھیدوں کو پاتا ہے
وہ جاں پر کھیل کے پہلے ہی نذرِ خاص پاتا ہے
وہ اُٹھتا بیٹھتا اپنے صنم کا نام لیتا ہے
تُو مستی میں ہی ہر دم جاگ وہ مستی ہے جا تو سو جا
وہ دُنیا اور ہوتی ہے جہاں مستی پہنچاتی ہے
وہاں تو مست مستی میں ہی ہر دم چُور رہتے ہیں
وہاں وہ یادِ حق سے ہر گھڑی آباد ہوتے ہیں
تو پھر میں سچ کہتا ہوں تیرا جیون بدل جائے
حقیقت کا جو پردہ ہے وہ تجھ پر صاف کُھل جائے
گماں غصّہ چلا جائے گناہ کافور ہو جائیں
خدا کو جس نے جانا ہے اسی مستی سے جانا ہے

مزاج مست رہنے کا تجھے انسان آ جائیگا
تیرا من جھوٹے دھندوں سے یہ بالکل چھوٹ جائیگا

یہ مستی ہر کسی کو پریم کا پیغام دیتی ہے
بھٹکتا جو بھی آ جائے اسی کو تھام لیتی ہے

یہ مستی پریم کے دریا کی اک اعلیٰ روانی ہے
یہ مستی رازِ الفت ہے یہ مستی زندگانی ہے

جو دل سے مست ہوتا ہے حقیقت کو وہ پا جائے
ہر ور سرمدی سے اس کو پھر آنند آ جائے

تو دنیا سے ہٹا کے دل ذرا مستی میں آ بھائی
خودی کے روگ سے بالکل تو پائے گا شفا بھائی

یہ مستی آدمی کو آدمیت ہی سکھاتی ہے
سکھا کے آدمیت راہِ حق کا راہ بتاتی ہے

یہ مستی مست کے دل کو سدا مسرور رکھتی ہے
مئے الفت سے ہر دم آنکھ کو مخمور رکھتی ہے

کہتی ہے خلقِ خدا ہم کو غائبانہ کیا

(اوم پریمیوں کے خطوط)

ریویو (اخبار پرتاپ مورخہ 3.1.67) ماہوار رسالہ اوم دہلی ۱۹۳۴ء سے دھارمک جگت کی سیوا کر رہا ہے۔ ہر سال سالانہ نمبروں کی صورت میں دھارمک پستکیں پبلک کی بھینٹ کر چکا ہے اور اب یکم جنوری ۱۹۶۷ء کو سالنامہ ہندو دھرم انک شائع کیا ہے۔ جو کہ اکتالیس مضامین کا مجموعہ اور $\frac{20 \times 30}{8}$ سائز کے ۱۹۲ صفحات کی ضخیم پستک ہے۔ ٹائیٹل پر سُدرشن چکر دھاری بھگوان کرشن کا نہایت خوبصورت اور دلکش دو رنگا بلاک چھپا ہے جو کہ ہندو دھرم کا پرتیک ہے۔ صفحہ ۴ پر رادھا کرشن اور گائے کی نہایت خوبصورت تصویر چھاپی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سات مزید تصاویر لگائی گئی ہیں۔ اس دھارمک پستک کی قیمت صرف ۳.۷۵ روپے ہے۔"

مانیہ ور مہاشہ جی! نمستے۔

کاٹھ 23″ حکیم رکھا رام شاردا۔

منی آرڈر فارم و چیٹ ہر دو موصول ہوئے۔ آپکو شاید یاد نہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ میں اس پرچہ کا گاہک تقریباً 34-1935 سے ہوں۔ پہلے پہل اس کے خریدار بھی بنائے۔ اب کم بنتے ہیں۔ جتنے بھی نمبر خاص نکلتے ہیں بسبب مہربان لے گئے ہیں۔ رسالہ بھی ہر ماہ کئی لوگ پڑھتے ہیں۔ لوگوں کی روچی کوئی خاص اچھی نہیں رہی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کے طلباء تو اردو سے بے بہرہ ہی رہ گئے ہیں۔ پرانے بندے ہیں انکا اُتم بھاؤ کمزور ہے۔ یہ رسالہ میں ہر کسی کو پڑھنے کو دیتا ہوں۔ کئی تو واپس ہی نہیں دیتے۔ خیر اب عرض ہے کہ آپ بلا توقف ونسبت ماہنامہ خاص نمبر بذریعہ وی۔ پی ارسال فرماویں۔ ایکروپیہ کی رعایت کا کوئی فکر نہ کریں ۵/- ۱۱/- روپیہ کوئی اسکی قیمت نہیں ہیا؟ ہر چیز تو کئی کئی گنا ہو گئی ہے۔ کلر میں کنوں ہے۔ یہ آپکی خاص قربانی ہے کہ آپ ایسے وقت میں بھی اس روحانی غذا کا بندوبست

از میرٹھ چھاؤنی۔ یکم نومبر ۱۹۶۶ء۔ شری نندہ جی مہاراج۔ سپریم ہری سمرن۔ ماہ نومبر کا اوم مجھے کل موصول ہوکر باعث خوشی ہوا۔ آپکا اپنا لیکھ وید اور پوران بہت پسند آیا۔ اور کرشن نیتی والے لیکھ کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اسکی اُپما میری طاقت بیاں سے باہر ہے۔ صفحہ ۲۵، اور ۲۶ پر جو لکھتی ہے خلق خدا ہمکو غائبانہ گیا کے عنوان سے اوم کے پاٹھکوں کے کچھ پتر شائع ہوئے ہیں۔ ان سجنوں نے 'اوم' کے سمبندھ میں جو بھاؤ پرگٹ کئے ہیں وہ سراہنیہ ہیں اور سر بسر اظہار حقیقت اس مادیت پسندی دور میں اوم کے پایہ کا اردو زبان میں کوئی رسالہ یا اخبار نہیں ہے۔ یہ سب آپکی ذات بالا صفات کا نتیجہ ہے۔ پرماتما کرے کہ یہ چشمہ فیض مدّت مدید تک جاری رہے۔ فقط۔ آپکا سیوک (?) صفی

۱/۵/۱۸۔ محترم نندہ جی۔ جے سچدانند۔ چند روز ہوئے آپ کا بیش بہا۔ زر و جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی تحفہ نئے سال کا تحفہ رسالہ اوم کے سالنامہ کی صورت میں موصول ہوا۔ سنہ ۱۹۳۷ء سے ابتک برابر مجھے اوم کے مطالعہ کا فخر حاصل ہے۔ عدیم الفرصتی کے باوجود میں نے اسے اُس ذوق و شوق سے پڑھا جس کا یہ شاندار، پُر لطف، دلچسپ، پُر از معلومات اور جاذب نظر رسالہ اپنی نگاہ سے بہت کم گذرا ہے۔ دھارمک اور تاریخی نکتہ نگاہ سے اس کا مطالعہ ہر فرد و بشر کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اپنا تو یہ خیال ہے کہ ہر گھر اور ہر لائبریری میں کم از کم اسکی ایک جلد لازمی ہونی چاہیئے۔ آپ اور آپ کا سٹاف یقیناً ایسا اعلیٰ ترین اور بلند پایہ رسالہ نکالنے کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ خوشنما تصاویر نے تو اس کو اور بھی زیدہ زیب اور دلکش بنا دیا ہے۔ ایک دفعہ اس کو پڑھنے کے لئے اٹھا کر تب تک رکھنے کو جی نہیں چاہتا جب تک اسے پوری طرح پڑھ نہیں لیا جائے۔ کمال کی چیز ہے اور کیا لکھوں۔ بھگوان ہی آپکو اس دھارمک سیوا کا صلہ دینگے یا جنتا ہی آپکی محنت اور لگن کی قدر کریگی۔

نیاز کیش۔ ہری چند خوشدل ایم۔ اے۔ سول لائن۔ لدھیانہ۔

لدھیانہ 27/5/66　پوجیہ منیجر صاحب رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی۔

سیوا میں عرض ہے کہ آپ جبتک میرا خط بند کرنے کو نہ ملے میرا رسالہ بند نہ کرنا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وقت پر آپکو چندہ منی آرڈر نہ ملے تو آپ بند کر دیویں۔ آپ جب بھی چندہ میرا ختم ہو وی۔ پی۔ رسالہ کر دیا کریں۔ کیونکہ مجھے جتنا آنند رسالہ اوم میں ملا ہے تحریر نہیں کر سکتا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ چندہ ختم ہونے پر وی۔ پی کر دیا کریں گے۔ اور میری کوشش ہے کہ اور بھی گاہک آپکے نئے سال سے ضرور بنا دیئے جائینگے۔ آپ کا شبھ چنتک۔ کندن لال

خریداری نمبر 3729 لدھیانہ۔ "

از میرٹھ چھاؤنی۔

25/1/67　پوجیہ شری نندہ جی۔ سپریم ہری سمرن۔ آپکا مُسلہ ہندو دھرم انک ۱۹۶۷ء مجھے ۳۱ دسمبر کو موصول ہوگیا تھا۔ جس کے لئے بہت بہت شکریہ۔ اب کے رسالہ خاص کی کتابت بہت اچھی ہے اور تمام مضامین اعلیٰ پائے کے ہیں۔ آپکی محنت شاقہ کا یہ نتیجہ ہے کہ قارئین اوم کے مطالعہ کے لئے ایسا نادر اور گرانقدر رسالہ بطور تحفہ سال تو انکے ہاتھوں میں آپہنچا۔ اس کے لئے آپ کو تہ دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ فقط۔ آپکا صادق

جگناتھ کھنہ صفی میرٹھ چھاؤنی

5/1/67　شریان جناب منیجر صاحب۔ سادر پرنام۔

نویدن ہے کہ آپ کا سالنامہ ہندو دھرم انک جنوری فروری ۱۹۶۷ء مل گیا ہے۔ آپکا بہت بہت دھنباد ہے۔ آپ نے رسالہ اوم انک میں کاغذ بہت اچھا استعمال کیا ہے۔ چھپائی تو ایسی ہے کہ جیسے موتی پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس دفعہ چھپائی بہت ہی صاف ہے۔ آپ نے کافی محنت سے یہ چیز لوگوں کو پیش کی ہے۔ دھارمک جگت میں آپکا رسالہ بیش بہا دولت ہے۔ پیاسی روح کو شانتی دینے والا ہے۔ ادھیاتم مارگ میں اگر کوئی اردو کا رسالہ ہے تو آپ کا اوم رسالہ ہی ہے۔ بھگوان آپکو اس نیکی کے کام کرنے کیلئے خوب ترقی دیویں۔ میری یہی اُس بھگوان کے دربار میں مودبانہ گذارش ہے۔

میری یہ دلی تمنا ہے کہ رسالہ اوم کا ہر اُردو خواندہ اس کا خریدار بنے۔ ہندو دھرم انک کے مضامین بڑھیا سے بڑھیا ہیں۔ شری شیو چالیسہ تو بہت ہی بڑھیا ہے۔ شری مہاتما کانشی رام جی کا لیکھ۔ شری مہاتما بھاگ مل جی اور دیگر وِدوانوں کے لیکھ بڑے سبق آموز ہیں۔

اجودھیا پرشاد

چنڈی گڑھ 25/1/67 مانیہ ور شری نارد جی۔ سادر نمستے سپریم پرنام۔ آپکا بھیجا ہوا امول رتن کے سر ہری سوادھیائے سے جیون میں ایک نیا سنمارگ پتھ پیدا ہو رہا ہے۔ آپ کافی عرصہ سے اس شُبھ کام کو کرتے آئے ہیں۔ جس سے اگیانی پرشوں کی اوستھا بدل رہی ہے۔ یوں تو آپ کے سب انک پرشنسا کے پاتر ہیں۔ پرنتو اب کے انک میں باعمل وِدوان لیکھکوں کے لیکھ پڑھ کر جنہوں نے اپنے پراچین اتہاس کا ادھین کر کے لیکھ درج کئے ہیں کے سوادھیائے سے ایک معمولی پُرش کو گیان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ منش جیون سدھارنے کا بہت اچھا اوسر پراپت ہوتا ہے۔ ان سب کا اور آپ کا بہت بہت دھنباد ہے اور ایشور سے پرارتھنا ہے کہ آپ اور ان سب وِدوان سجنوں کو ایسے شُبھ کام کے لئے دیرگھ آیو پردان کریں۔ اور اسی طرح شبھ کاریہ کرنے کا بل اور شکتی پردان کریں۔

شبھ چنتک۔ پنڈت کرپا رام نارد

30/1/67

مینیجر صاحب اوم۔ آپکا ہندو دھرم انک تو نہایت ہی دلچسپ ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں جو میں اسکی تعریف کر سکوں۔ ہندو دھرم انک نے تو پہلے سارے سالانہ نمبر مات کر دیئے ہیں۔ اس میں مہارانہ پرتاپ، مہاراجہ رنجیت سنگھ اور دیگر بہت سے مضمون اور شیو چالیسہ تو نہایت ہی اچھے ہیں۔ شیو چالیسہ تو میں روزانہ پڑھتا ہوں اور باقی مضمون کئی کئی دفعہ پڑھ چکا ہوں۔ سالانہ چندہ تو اس دھرم انک نے ہی پورا کر دیا۔ زیادہ آداب۔ تابیدار امیشرداس

انسان کی کوشش بھگوان کی امداد

بغیر انسان کی کوشش کے بھگوان کی امداد کا کوئی حق نہیں لیکن بغیر بھگوان کی امداد کے انسان کی کوشش کامن چاہا پھل نہیں۔ یاد رکھو کوئی غیر شخص آپ کو بھگوان کی امداد نہیں دلا سکتا۔ یہ امداد آپ کو خود لینی ہے۔ اپنے وقت کا صرف ایک فیصدی یعنی دن رات کے (24 x 60) 1440 منٹوں میں سے 15 منٹ بھگوان کی آرادھنا اور پرارتھنا میں دو۔ اور اپنی آمدنی کا صرف ایک فیصدی بھگوان کے دُکھیا بچوں کی امداد میں دو۔ کسی اور کے کہنے پر نہیں بلکہ خود اپنے ذاتی علم کے مطابق جو بھی دراصل دُکھیا ہو۔ جہاں تک ہوسکے منگلوار کا برت رکھو۔

آپکا ہتیشی ایک گمنام۔

ہندو سنسکرتی

(شری جگن ناتھ کھنہ برندا بن نواسی)

کسی قوم کی تہذیب وتمدن ہی درحقیقت اسکی زندگی کے بدیہی ثبوت تصوّر ہوتے ہیں۔ اگر رفتارِ زمانہ کے ساتھ ان میں بھی تغیر و تبدل واقع ہوجائیں۔ تو یہ باعث مسرت نہیں ہوتا۔ لیکن اگر بنیادی طور پر ہی ان میں تبدیلی کیجائے تو یہ اس قوم کی پہلی زندگی کے خاتمہ اور نئی زندگی کے آغاز کی ہی دلیل ہے۔ اگر اس کی پہلی زندگی جو ایک خاص تمدن کا نمونہ تھی ختم ہوجائے تو درحقیقت یہ اس قوم کی بھی موت تصوّر ہوتی ہے۔ پوشاک اور لباس پہننے سے خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو ہماری شخصیت نہیں بدلا کرتی۔ اسی طرح سے اداکاران (ایکٹر) کوئی پارٹ ادا کریں تو انکی اپنی ہستی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کلچر، یا تہذیب تو دراصل کسی قوم کے چلنے کے لئے شاہراہ کا کام دیتی ہے۔ وہ ایک راہ مستقیم ہے جس پر چلے جانے سے اپنی ہستی کو قائم رکھتے ہوئے وہ اپنی منزل مقصود پر جا پہنچتی ہے۔ ورنہ اسکی اصلیت کے متعلق مغالطہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اداکار اپنا پارٹ ادا کرتے وقت اپنی اصلیت کو نہیں بھولا کرتا۔ بھلے ہی وہ کسی بادشاہ، وزیر یا فقیر کا پارٹ ادا کرے۔ وہ جانتا ہے کہ میں خود تو فلاں آدمی ہوں، ایک سیکنڈ کے لئے بھی وہ اسے نہیں بھول سکتا۔ بعینہ یہ حالت کسی قوم کی سنسکرتی یا تمدن کی ہے۔ درحقیقت یہی کسی قوم کی زندگی کا زبردست ثبوت ہے۔ اور اسکی عمارت کی بنیاد ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ جس طرح جسم انسانی میں خون کی حرکت ہی زندگی کے قیام کا زبردست ذریعہ ہے۔ بعینہ کسی قوم کی زندگی کا دارومدار بھی اسکی تہذیب وتمدن پر ہوتا ہے۔ اسکے فقدان میں قوم کی حقیقی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ یہ قومی تمدن ایک راہ مستقیم ہے۔ جو بزرگان قوم نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اگر نسلیں اس راستے سے بھٹک جائیں۔ تو یہ ان کا اپنا قصور ہے۔ انکی قابلیت اور سعادتمندی کی دلیل نہیں۔

اس تمدن کے بڑے بڑے ستون ہیں طرز لباس (پوشاک) طرز گفتگو (زبان) مذہبی عقائد، رسوم خانہ داری، سماجی زندگی جن کے بزرگان قوم پابند رہ چکے ہیں۔ اور بطور ورثہ آنیوالی نسلوں کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ جب کوئی غیر ملکی طاقت کسی ملک کو فتح کر لیتی ہے تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس مفتوحہ قوم کے تمدن اور زبان کو ختم کردے۔ اور اپنے طرز تمدن کو وہاں جاری کرے۔ ہندوستان میں مسلم فاتحوں نے ہندوؤں کے مندروں کو مسمار کیا اور انکی مذہبی روائتوں اور دستوروں پر کئی طرح کی پابندیاں لگادیں۔ ایک مسلم حکمران نے متھرا میں ہندوؤں پر یہانتک پابندی عائد کردی کہ وہ جنیؤ پہنکر اور تلک لگاکر شارع عام میں نہیں چل سکتے تھے اور جمنا میں نہانا بھی ان کے لئے مشکل ہوگیا۔ ایک مسلم بادشاہ نے ہر ہندو کے گھر میں بجائے ٹھاکر سیوا کے ایک سید کا چراغ جلانا لازمی قرار دیدیا۔ مسلمانوں نے جہاں بزور شمشیر یہ تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کی اور کمزور دل انسانوں کو ڈرا دھمکا کر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔ وہاں انگریزوں نے اپنی شاہی طاقت سے انگریزی زبان کا پڑھنا سب کے لئے لازمی کردیا۔ اس کے بغیر ملازمت حاصل کرنا ہی مشکل ہوگیا۔ اور اسکے ساتھ عیسائی مذہب کو فروغ دینے کے لئے یہاں عیسائی مشنری مقرر کردیئے جو اب بھی اپنے عیسائیت کے پرچار میں مصروف ہیں۔

اور یہ کام اب کانگرس حکومت کے دور میں بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ آسام کا جنوبی ضلع مائز ہل ان عیسائیوں کا بڑا زبردست اڈا ہے۔ اسی طرح سے ناگا لینڈ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ انہیں مشنری پرچارکوں کی کارکردگی کا ہی ثبوت ہے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کے کسی صوبے یا حصہ ملک کا نام لینڈ نہیں رکھا گیا، سب کو پردیش کا نام دیا گیا۔ جیسے اُتر پردیش، مدھیہ پردیش وغیرہ۔ لیکن ناگا پردیش کی جگہ اس کا نام ناگا لینڈ ہی تسلیم کر لیا گیا۔ اس دیس کے باسیوں کو یہ شری نہرو جی کی دین تھی۔ صریحاً یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن اصلی معنوں میں یہ بات نہیں۔ اور اس کا خمیازہ اب سرکار بھگت رہی ہے لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ باوجود اتنے ناموافق حالات کے جن میں سے ہندو قوم کو گذرنا پڑا۔ اور کئی آفات اور مصائب کا شکار ہونا پڑا اسکی ہستی ابتک قائم ہے۔ یہی نہیں اب وہ بھارت ورش میں اکثریت یا بہو سنکھیک ہونے کا درجہ رکھتی ہے اور اسی وجہ سے حکومت کا بیشتر حصہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں اس قسم کے دور میں گذرتے ہوئے کئی قومیں اپنی ہستی کھو بیٹھیں اور بے نام و نشاں ہو گئیں اس کے مقابلے میں ہندو قوم کو ایک شرف بقا حاصل ہوا اور جو دائمی ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ تب ہی تو ایک شاعر نے کہا ہے۔ ؎ کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری۔

یہ بات ہمارے لئے بڑی طمانیت بخش ہے لیکن دَور جدید میں کچھ ایسے حالات رونما ہو رہے ہیں جو "ہندوئیت" کے خاتمہ کے لئے ہی طرح طرح کی صورتیں اختیار کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار ہو کر غفلت کی نیند میں غلطاں نہیں ہونا چاہیئے اور ہر ممکن طریقے سے اپنی بقائے ہستی کے لئے۔ بیدار، ہوشیار اور سرگرم ہونا چاہیئے۔ اس حصول غرض اور مدعا کے لئے جو اقدام نہایت ضروری ہیں۔ اُن کا سطور ذیل میں مختصراً ذکر کیا جائیگا۔

۱۔ **زبان** ۔ ہندو جاتی کی ہی نہیں بلکہ منشیہ ماتر کی اصلی زبان سنسکرت ہی تسلیم کرنی پڑیگی۔ جسمیں ہمارے تمام دھرم گرنتھ قلمبند ہو چکے ہیں۔ یہی ویدبانی ہے جو سرشٹی یعنی آغاز عالم اور ازل سے ہی ظہور میں آئی۔ دنیا کی تمام زبانوں کی بنیاد اسی زبان کو مانا جاتا ہے۔ ہندو دشمنوں نے اس زبان کو "مردہ زبان" قرار دیکر دیش باسیوں کی توجہ انگریزی پڑھنے کی طرف مبذول کر دی۔ انگریزی اب ہندوستانی جیون میں گھر کر چکی ہے۔ یہانتک کہ ہندی کو بھی جبکہ حکومت ہند کے آئین یا ودھان نے راشٹر بھاشا کا درجہ دیا ہے، بھارت کے کئی پردیش اپنانے کے لئے تیار نہیں اور وہ انگریزی کو ہی بھارت کی راشٹر بھاشا کے برابر درجہ دینا چاہتے ہیں۔ دکھنی بھارت میں زبردست اندولن ہوا۔ خیر اس بات کو بھی آپ نظر انداز کر دیں۔ ہماری عام بول چال میں انگریزیت کتنی گھر کر چکی ہے کہ اب ہمارا اس سے چھٹکارا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اب بچے ماتا کو ماں یا میا نہیں پکارتے ممی ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح سے باپ کو ڈیڈی، بھوا، پھپھی، چچی، مامی اور موسی میں اب کوئی بھید نہیں رہا، سبکو "انٹی" ہی کہکر پکارا جاتا ہے۔ آجکل کے پڑھے لکھے بابو صاحبان بات چیت کرتے وقت اگر انگریزی شبدوں کا پریوگ نہ کریں تو اُنکے لئے بات چیت کرنا ہی مشکل ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریزی میں بڑی روانی سے بول سکتے ہیں۔ وہ تو خاص خاص ہستیاں ہیں۔ مختصراً ہمیں سنسکرت اور ہندی کو وہ درجہ دینا ہے جسکی وہ مستحق ہیں۔ اور اسی میں ہماری ہستی کا راز مضمر ہے۔

۲۔ **لباس** ۔ انگریزوں کی مہربانی سے جہاں ہم اپنی زبان سے منحرف ہو گئے ہیں وہاں ہمیں اپنا لباس بھی مرعوب خاطر نہیں ٹائی کا اشتیاق اسقدر بڑھ گیا ہے کہ اب کئی سکولوں میں بچوں کے لئے وہ یونیفارم کا جزو بن گئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے

ٹائیاں لگا کر سکول جاتے ہیں۔ پینٹ کوٹ کے لئے تو ہمیں ایک گونہ عشق ہی ہو گیا ہے۔ دھوتی اور پگڑی پہننے والے تو بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ جنیو اور چوٹی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ایک رو میں ہم بہے جاتے ہیں جس کا انجام یہ ہو گا کہ ہم اپنا قومی لباس بالکل بھول جائیں گے۔ دفتروں میں بابو صاحبان بیشک انگریزی لباس پہنکر جائیں لیکن گھر میں اور رسم و رواج کے موافقہ اور بیاہ شادیوں میں تو اپنا قومی لباس پہننے میں ہی ہماری عزت اور شان ہے۔ ہمارے فخر قوم سورگباشی شری لال بہادر شاستری جی جہاں بھی گئے۔ دھوتی ہی پہنکر یہاں تک کہ انہوں نے جرابوں کا استعمال بھی ترک کر دیا۔ آپ اپنے آخری ایام زندگی میں جب تاشقند میں تھے اور سخت سردی کے دن تھے لیکن آپ نے اپنے لباس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اسی طرح سے مہاتما گاندھی جی جب ولائت گئے۔ تو وہ اپنے کھدر کی دھوتی اور مالا میں ہی ملبوس تھے۔ اور اسی میں اُن کی شان تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے قومی لباس کو ترک نہ کریں۔ بنگالی اور مدراسی لوگ اس زمرہ میں نہیں آتے کیونکہ وہ اپنے قومی لباس اور زبان کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں۔

۳۔ مذہب:۔ مذہبی عقائد کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ وہ ان کے ماننے والوں کے اندر ایک اتحاد کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے لئے پانچ دفعہ نماز ادا کرنے کا حکم ہے اور وہ بڑے اعتقاد سے انکو ادا کرتے ہیں۔ انکے مقابلہ میں ہندوؤں میں تین کالوں کی سندھیا کرنے کی رسم ہے یعنی ایک صبح، دوسری دوپہر اور تیسری شام کے وقت۔ لیکن اصلیت یہ ہے کہ تین وقت کی سندھیا تو درکنار ایک وقت کی سندھیا کرنے والے بڑے تھوڑے سجن دکھائی دیتے ہیں۔ چائے تو پہلے ہی وہ پانچ دفعہ پی جائیں+ اس نہایت ضروری امر کا پالن نہیں کیا جاتا۔ مانا کہ ہندوؤں میں مت متانتروں کے جھگڑوں سے ایکتا نہیں ہو سکتی۔ تاہم ہندو مت کے ناطے سے تو وہ ایک لڑی میں پروئے جانے چاہئیں۔ بغیر اس کے انہیں وہ باہمی محبت اور اتحاد نہیں ہو سکتا۔ ایشور کو ماننے والے تو در اصل آپس میں جلدی متحد ہو سکتے ہیں خواہ وہ عیسائی ہوں۔ مسلمان ہوں یا ہندو، در اصل یہ سب سے بڑا گہرا اتحاد ہوتا ہے۔ اور مذہب کی عزت و توقیر قائم رکھنے کے لئے اس کو ماننے والے اور معتقد سب متحد ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں کسی وقت ۷۲ فرقے مانے جاتے تھے اور اب یہ تعداد کچھ بڑھ گئی ہے لیکن مذہب کے نام پر ان سب کا اتحاد حیرت انگیز ہے۔ ہندوؤں میں بھی بے شمار سمپردائے ہیں اور کئے سب بٹے ہوئے ہیں۔ برنداین میں بھی جو بھگوان شری کرشن کے ماننے والوں کی بھومی ہے انکے ہی وہاں پانچہزار کے قریب مندر ہیں۔ کئی سمپردائے ہیں جو آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ اختلافات ہوتے ہوئے بھی انہیں ایکتا کے بغیر سپھلتا نہیں ہو سکتی ان سب کو باہم ملانے والی کوئی لڑی یا LINK ہونا چاہئے۔ اور کئی انسو انہیں اکھٹے ملکر منانے چاہئیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو حالات موجودہ میں انکا مستقبل حوصلہ افزا معلوم نہیں ہوتا۔ کیوں نہ شریمد بھگوت گیتا کا پاٹھ ہر ہندو کے لئے ضروری قرار دیا جائے۔ اس سے بہت اختلافات از خود دُور ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں گؤرکھشا کا ایک ایسا سوال ہے۔ جس پر سوائے اہل اسلام کے سب بھارتی متفق ہو سکتے ہیں اور اگر کوشش کریں تو بھارتی مسلمان بھی بخوشی ہندوؤں کے ساتھ اس سوال پر اتفاق کر سکتے ہیں۔ سیکولرزم کا مطلب باہمی رواداری کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو ہندو ماتر کی سرشت میں شامل ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی رواداری اور صلح کُلی نے ہی تو یہاں غیر ملکی حملہ آوروں کی حوصلہ افزائی کی اور انہوں نے ہندوؤں پر ہی مظالم توڑے کہ توبہ ہی بھلی۔ ہم اس رواداری کے خلاف نہیں۔ لیکن یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ہندو اپنے مذہبی عقاید کے پورا پورا پابند ہوں۔ ہندو، مسلم، عیسائی تینوں مذاہب آستک ہیں۔ ایشور (خدا) پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی انکے اختلافات کی کوئی حد نہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہندو اپنی مذہبی یا الہامی

کتب یعنی ویدوں کو کسی خاص انسانی ہستی کی تصنیف نہیں مانتے۔ برعکس اس کے عیسائی اور مسلم فرقوں کے لوگ انجیل مقدس اور قرآن شریف کو حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صاحب کی متبرک ذاتیات سے منسوب کرتے ہیں کیونکہ وہ حقائق ربانی انہیں کے ذریعے نازل ہوئے سمجھتے ہیں۔ لیکن ویدوں کے الہام کا شرف کسی خاص رشی کو حاصل نہیں ہوا اور نہ ہی ہندو مذہب کسی مذہبی پیشوا یا اوتار کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ سمے سمے پر اسی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے خاص خاص ہستیاں ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں۔ لیکن وہ سب سناتن دھرم یعنی آد سے پرگٹ ہونے والے مذہب کی ہی تلقین کرتے رہے۔ یہی دراصل ہندوؤں کی مذہبی رواداری کی وجہ خیال کی جاتی ہے۔

۴۔ پتی برتا دھرم :۔ ہندو مہلاؤں کی پتی بھگتی اور پتی برتا دھرم کا پالن مدتوں سے شہرۂ آفاق ہو چکے ہیں اور یہ ہندو سنسکرتی کا ایک جزِ اعظم ہے۔ لیکن اب رفتار زمانہ سے اسمیں بھی تبدیلی آ رہی ہے۔ ہماری سرکار نے کئی باتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہندو مہلاؤں کو طلاق حاصل کرنے کا حق دیدیا ہے۔ کئی حالات میں اس کی ضرورت فی زمانہ پڑ سکتی ہے لیکن ہندو سنسکرتی کو اپنانے والوں کو ایسا رویّہ اختیار کرنا چاہیئے کہ ہندو مہلائیں اس حق سے مستفید ہونے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔ ہمارے استری پتی کا تعلق دیرینہ ہوتا ہے۔ کئی جنموں سے ہی یہ سلسلہ جاری چلا آتا ہے۔ اسے اٹوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جب بھگوتی پاربتی کو رشیوں نے کہا کہ مہادیو شمبھو سے شادی مت کرو۔ وہ تو گلے میں ہڈیوں کی مالا پہنے رہتے ہیں اور سرپ انکے شریر سے چمٹے رہتے ہیں بڑا بھیانک ہے انکا روپ تو وہ بولیں سہ

"کوٹ جنم سے لگی رگڑ ہماری ورُوں شمبھو نہیں تو رہوں کنواری" (تلسی رامائن)

جس کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ کروڑوں جنموں سے میرا اور مہادیو جی کا تعلق چلا آتا ہے۔ میں تو اب بھی انہیں سے شادی کرونگی نہیں تو کنواری رہنا ہی پسند کرونگی۔

۵۔ گؤ رکھشا بھی ہندو سنسکرتی کا ایک خاص انگ ہے۔ اس کے بغیر بھارت ورش میں جہاں پہلے دودھ کی ندیاں بہتی تھیں۔ دودھ ایک نایاب چیز ہوتی جا رہی ہے۔ اور اسی طرح سے گھی۔ اگر یہی حالات رہے تو وہ وقت دور نہیں جب بڑے بوڑھے بچوں کو یہ بتایا کریں گے کہ بیٹا، بہت دنوں کی بات ہے بھارت میں ایک جانور ہوتا تھا جس کا نام گائے تھا۔ اسکے تھنوں سے سفید رنگ کی رقیق چیز نکلا کرتی تھی جس کو لوگ دودھ کہتے تھے۔ اس دودھ سے ایک چکنی سی چیز نکالی جاتی تھی جسے گھی کا نام دیا جاتا تھا۔ یہ حالت اس دیش کی ہوگی۔ جہاں سری بھگوان کرشن چندر نے بچپن میں گؤ چارن کا کام نہایت شردھا اور پریم سے کیا۔ یہاں تک کہ جب پتا نے کہا کہ بیٹا جنگل میں جوتا پہنکر جایا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کانٹے چبھ جائیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ پتا جی ہم ویشوں کی گؤ ماتا اشٹ دیوی ہے پہلے ان کے لئے جوتے مہیا کریں پھر مجھے بھی پہننے کے لئے کہیں۔ یہ تھا بھاو بھگوان کا۔ لیکن اب کیا ہو رہا ہے۔ اقتصادی حالات ناقص ہو جانے کی وجہ سے گھر میں گؤ سیوا ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی کام کے لئے گھر والوں کو فرصت ہی کہاں ہے جو تھوڑا بہت بازار سے، ڈائری سے یا دودھیوں سے انہیں ملتا ہے۔ چائے میں استعمال کر لیتے ہیں اور بس۔ اور جو دودھ ملتا ہے۔ اس کی کریم یا ملائی پہلے ہی نکال لی جاتی ہے! ایسے دودھ کو سپریٹا کہتے ہیں اور وہی عام طور پر اب استعمال میں آتا ہے۔ ایسا دودھ لیکر بچوں کی نشوونما اس طور پر نہیں ہو سکتی جو خالص دودھ، مکھن، دہی وغیرہ کھانے سے ہو سکتی ہے۔ گؤ رکھشا کے لئے اس وقت بڑا

شروع ہے۔ اب اس کے حصول کے لئے دیش کے پیر سدھ مہاتما سر دھڑ کی بازی لگانے پر تل گئے ہیں۔ ستمبر تک ہزاروں سادھو مہاتماؤں کو جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن ہماری جاتی ان آزمائشوں سے گذر کر اپنے دھییہ یعنی مدعا کو ضرور حاصل کر لے گی۔ اگر صدق دلی سے وہ اس میں لگی رہی۔

۶۔ نصاب تعلیم۔ انگریزی راج میں تو تعلیم کی غرض محض یہ ہوتی تھی کہ ہندوستانی نوجوانوں کو دفتروں میں ملازمت کے لئے تیار کیا جائے۔ انگریزی پڑھنے پر ہی زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی آہستہ آہستہ ہمارے گھروں تک پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ ماں باپ بچوں سے انگریزی میں بات چیت کرنے میں فخر سمجھتے تھے۔ اور اسی نقطۂ نگاہ سے بچوں کو عیسائیوں یعنی مشنریوں کے سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجنے میں خوشی محسوس کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بچے اپنی زبان اور سنسکرتی سے ناواقف رہے اور اس میں سے کئی عیسائی مت کے ہی انویائی ہو جاتے۔ لیکن آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی ہمارے تعلیمی اداروں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ میرٹھ چھاؤنی اور شہر میں مشنریوں کے تین چار اسکول ہیں جہاں ہندو لڑکے اور لڑکیاں ہی زیادہ تر زیر تعلیم دکھائی دیتے ہیں۔ بڑی کوشش سے انکو وہاں داخل کرایا جاتا ہے۔ انہیں ٹائی لگا کر سکول جانا پڑتا ہے۔ اور انگریزی مادھیم (میڈیم) میں ہی وہ تعلیم پاتے ہیں۔ حالانکہ علاقائی زبان ہی ان کا مادھیم ہونا چاہیئے جو ہندی ہے۔ اب بھی وہی انگریزی نوازی اور انگریزی کا پریم راشٹری ہتوں کے موافق ثابت نہیں ہو سکتے۔ یہی حال دہلی کا ہے۔ وہاں یہ بیماری اور بھی بھیانک روپ اختیار کر رہی ہے؛ جو بچے ان سکولوں میں پڑھتے ہیں مشنریوں کے زیر اثر اپنی بھاشا اور سنسکرتی سے بے تعلق سے ہی ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے دل میں ان کے لئے کوئی پریم یا شردھا پیدا ہی نہ ہو، تو کیا وہ "ہندو" ہونے میں فخر محسوس کر سکتے ہیں۔ قطعاً نہیں۔ علاوہ ازیں لڑکے لڑکیوں کی مشترکہ تعلیم سے بھی کوئی خوشگوار نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ سکولوں نظام حکومت کے سرکاری سکولوں میں کسی خاص مذہبی تعلیم کا انتظام ناممکن ہے جو بچپن میں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ 'ہندو' گھروں میں ہی بچوں کو دھارمک سنسکار دیئے جائیں بغیر اسکے سکولوں کی تعلیم سے یہ مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ جگناتھ کھنہ صفی۔"

آہ! شری مہاتما بھاگ مل جی

[illegible]

سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا

از قلم ہری چندجی خوشدل ایم۔ اے (سونی پتی) آریہ ہائر سکنڈری اسکول۔ لدھیانہ

فوجِ عظیم لے کر آیا یہاں سکندر
پورس بھی ساتھ لایا تھا اپنا لاؤ لشکر
دونوں طرف کھڑے تھے جب ایک سے دلاور
پورس نے مات کھائی قسمت ہوئی نہ یاور
مفتوح کو بنایا فاتح نے یار اپنا
اور اس طرح سے قائم رکھا وقار اپنا
لینے کو آگیا تھا وہ امتحاں ہمارا
سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا

کاشی میں بِک گیا تھا راجہ ہریشچندر
رانی ہوئی تھی باندی بیٹا ہوا تھا نوکر
نوکر بنے تھے افسر اور بادشاہ گداگر
سہ کر مصیبتوں کو قائم رہے سخن پر
دُنیا نے ستیہ وادی کہہ کر اُسے پکارا
بیٹا تھا جس کا روہت۔ رانی تھی جسکی تارا
کتنا تھا دھرم پر بھی وہ حکمراں ہمارا
سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا

پرہلاد نے ستم کے آگے نہ سر جھکایا
سو آفتیں سہیں۔ پر پاؤں نہ ڈگمگایا
بالک بھگت کو آکر نرسنگھ نے بچایا
بھگتوں کی رکھشا کرنے بھگوان آپ آیا
اپنے دھرم کی عظمت ہم نے جتائی ایسی
دُنیا پہ دھاک اپنی ہم نے بٹھائی ایسی
تھا ہر بشر کے دل پر سکّہ رواں ہمارا
سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا

کورو کھشیتر میں ہوئی تھی بھائیوں میں جب لڑائی
کرتے تھے پانڈوں کی شری کرشن رہنمائی
کھشتری دھرم کی عظمت کیا خوب تھی جتائی
ارجن کا دل بندھایا دنیا کو راہ دکھائی
کرتی تھی آشکارا راز حیات گیتا
مُردوں کے واسطے ہے آبِ حیات گیتا
گوپال بنسی والا جادو بیاں ہمارا
سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا

حقیقت میں حقیقت واقف تھا راز حقیقت سے — نہیں پاؤں ہٹایا شیر نے راہ طریقت سے
شناسا تھا وہ ہندو دھرم کی شوکت سے عظمت سے — گوارا تھا نہیں رہنا اُسے دُنیا میں ذلت سے

جھکا سکتا نہیں کوئی کسی خود دار کے سر کو
امر ہے آتما جس کی اُسی دیندار کے سر کو

قصہ سُنا رہا تھا سارا جہاں ہمارا — سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ٹھوکر لگی جو دھرو کو گھربار چھوڑ بیٹھا — ماتا پتا سے اپنا سمبندھ توڑ بیٹھا
رشتہ وہ آتما کا ایشور سے جوڑ بیٹھا — جامہ پربھو کی بھگتی کا بچپن میں اوڑھ بیٹھا

ننھا سا ایک بالک بھگوان کا پجاری
بھگتی پہ اُس کی حیراں دُنیا ہوئی تھی ساری
دھرو نے اس طرح تھا بھگوان کو رجھایا
خود ایشور نے آکر بھوجن اُسے کھلایا

ہم رازداں تھے اُسکے وہ رازداں ہمارا — سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
گوبند سنگھ شوا نے جوہر بڑے دکھائے — پرتاپ اور ویراگی نے، ہاتھ وہ دکھائے
حیرت زدہ کھڑے تھے سب اپنے اور پرائے — جھانسی کی ویر رانی نے وہ کام کر دکھائے
آزاد ہند سینا کو جب بوس نے سنوارا — انگریز کو بھارت سے کرنا پڑا کنارا
اتنا ہوا موثر تیر و کماں ہمارا — سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

مشہور ہے جہاں میں شری رام کی سعادت — جسکو رہی مقدم ماں باپ کی اطاعت
اس کو ہی اُس نے سمجھا سب سے بڑی عبادت — اپنی خوشی سے چھوڑے زر تاج جاہ و حشمت

اپنے پتی کی ساتھی ہر دم ہے ہندو ناری
رگھبیر تھے جہاں پر سیتا وہاں پدھاری

اس بات کا گواہ ہے سارا جہاں ہمارا — سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
تھرا اُٹھی تھی جس سے انگریز کی حکومت — ہے یاد ہم کو اب بھی بھگت سنگھ کی شہادت
گاندھی پٹیل نہرو کی بے مثال عزت — ورثہ میں ہم نے پائی حب وطن کی دولت

اپنے وطن کی خاطر دی جان شاستری نے
قائم رکھی وطن کی یوں شان شاستری نے

اتنا تھا نیک طینت وہ مہرباں ہمارا — سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

نانک نے درس وحدت ہم کو یہاں پڑھایا
گوتم کبیر میراں نے پریم راگ گایا
رشیوں نے وید امرت سنسار کو پلایا
مدہوش جو پڑے تھے ہم نے انہیں جگایا

علم و ہنر میں ہم سے بڑھکر نہیں تھا کوئی
دھرم اور گیان میں بھی برتر نہیں تھا کوئی

سارے جہاں کے ہم تھے سارا جہاں ہمارا
سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
بھولی نہیں جہاں کو پرتاپ کی شجاعت
شروَن نے جسقدر کی ماں باپ کی اطاعت
رام اور لکھمن کی الفت بشری رام کی سعادت
نربانند کی حق پرستی اور نعرۂ صداقت

تختۂ دار پر بھی ہنس ہنس کے جھول جانا
اتنا تھا دیش پر بھی ہیرو جواں ہمارا
سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

دیکھا ہے آپ نے کیا کشمیر کا نظارا؟
جمنا کی سرد لہریں. گنگا کی پنیہ دھارا؟
پربت ہمالیہ کا ہے منتری ہمارا
بھارت کا ذرّہ ذرّہ کتنا حسین پیارا

بڑھکر بہشت سے ہے ہندوستاں کی دھرتی
ایسی نہیں کہیں بھی سارے جہاں کی دھرتی

دلکش ہے دلربا ہے ہندوستاں ہمارا
سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
بلبل کو جس طرح ہے ناز گلستاں پر
اور گلستاں کو جیسے ہے ناز باغباں پر
اور ملٹری کو جیسے ہے ناز ہر جواں پر
خوشدل ہے ایسے نازاں ہندو دھرم کی شاں پر

مرنے سے پہلے ہوگی خواہش یہ اپنے من میں
رکھدے ذرا سی کوئی خاک وطن کفن میں

ہر جنم میں وطن ہو ہندوستاں ہمارا ÷ سارے جہاں سے ... ...

گئو

ایک امریکن کے وچار میں

COW: an American view

To the Editor The Indian Express

خط بنام ایڈیٹر انڈین ایکسپریس نئی دہلی 25/1/67

مترجم شری مدن لال کھٹبری

مہودے۔ حال ہی میں اخبار نیو یارک ٹائمز میں ایک مضمون بعنوان "بھارت کے سادھو" سچائی کو پانے والوں کی کھوج میں" چھپا تھا۔ اس مضمون میں سادھوؤں اور گئو کے بارے میں بہت ہی ناسمجھی برتی گئی۔ شری خوشونت سنگھ نے اس معاملہ کو غلط بیان کیا ہے۔ اور وہ خود مانتے ہیں کہ ان کا درشٹی کون سادھوؤں کے ویپریت ہے اگر نسبتاً کسی کم متعصب شخص نے لکھا ہوتا۔ تو ہم امریکنوں کو اس وشے یعنی بھارت میں گئو اور اسکی رکھشا کے بارے میں سادھوؤں کے اندولن کی تصویر کا دوسرا ہی روپ دیکھنے کو ملتا۔

بہت ہی پراچین سمے سے ہندو مانس آہاری نہیں ہیں۔ پراچین سمے سے ہی گئو بھارت ورش میں ایک دھارمک اور پوتر شکتی کا پرتیک رہی ہے۔ کیا اس سچائی کو ماننے میں کوئی کٹھنائی ہے؟۔ شائد آج کے ناستک اور مادہ پرستی کے یُگ میں ایسا سمجھنا مشکل ہے کہ دھارمک نیموں پر پابند۔ بھگوان کے اُپاسک اور ایشور پراپتی کے لئے اوچیہ اُصولوں پر گامزن لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔

ہندو گئے۔ کو ایک ماتا کا درجہ دیتے ہیں۔ گائے ہمیشہ۔ شانتی اور امن کا چنہہ ہی۔ رہی ہے۔ اور بھگوان کرشن سروشکتی مان، سویم ایک گائے چرانے والے لڑکے کے روپ میں اور اس سے پیار کرنے والے کے نام سے مشہور ہیں۔ کیا یہ سب بھاونائیں بلی کی دیوی پر چڑھا دی جاویں۔؟ یہ بھاونائیں ہندوؤں میں بہت یگوں سے پائی جاتی ہیں۔ اور جیسا کہ خوشونت سنگھ کہتے ہیں کہ یہ حال ہی کی پیدا شدہ ہیں۔ شاستروں (ویدوں) میں جو کہ پانچ ہزار سال سے بھی زیادہ پرانے ہیں، صاف صاف شبدوں میں گئو ماتا کو مارنے کا وروَدھ اور کھنڈن کرتے ہیں۔ جو منش کو دودھ دیتی ہے۔ شاستروں میں بتایا گیا ہے کہ ہماری سات پرکار کی ماتائیں ہیں۔ 1. ماتا جو ہمیں جنم دیتی ہے۔ 2. گورو کی پتنی۔ 3. برہمن کی پتنی۔ 4. رانی۔ 5. گائے۔ 6. نرس (جو بیماری میں دیکھ بھال کرے۔) اور 7. دھرتی ماتا۔ ویدوں اور دھارمک اصولوں کو تیاگ دینے کی بجائے کیوں نہ دوسرے ملکوں سے اپیل کیجائے۔ جیسا کہ امریکہ ہے جو کہ اپنا فالتو اناج پھینک دیتے ہیں۔ لوگ۔ مسٹر خوشونت سنگھ جیسے آدمیوں کے اصولوں کو کیوں مانیں۔ جو بذات خود پرانی روایات کے مخالف ہیں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم دھارمک گرنتھوں کی سیکھ کو مانیں اور اس پر عمل کریں۔ اس سیکھ پر جو کہ ہمیں سروشکتی مان بھگوان کی دین ہے اس کے سچے اور پوتر بھگت بنیں نہ کہ ناستک اور شیطان لوگوں کی پیروی کریں۔

اب جبکہ انگریز بھارت سے چلے گئے ہیں اور بھارت سرکار جنتا کی سرکار ہونے کے دعوے کرتی ہے پچاسی فیصدی بھارتی جنتا ہندو ہے اور گائے کو متبرک سمجھتی ہے۔ (اور سمجھنا چاہئے بھی)۔ کیسے ایسی سرکار جنتا کی سرکار ہو سکتی ہے۔ جو کہ اپنے

لوگوں کی مان مہتو پورن بھاؤناؤں کو کچل رہی ہے۔؟۔ ایسا کہنا کہ لوگوں کو بھوک سے مرنے سے بچانے کے لئے گائے کے گوشت کی اوشکتا ہے، کوئی دلیل نہیں ہے + یہ دلیل بے معنی اور بالکل غلط ہے۔ کیونکہ عقل یہ کبھی نہیں مان سکتی۔ کہ بھوکے لوگوں کو جوکہ مانس آہاری نہ ہوں انہیں سبزیوں۔ اناج اور پھلوں کی بجائے گائے کا گوشت دیا جائے + جب ایک آدمی روٹی مانگتا ہے تو اسے آپ پتھر نہیں دیتے۔ جہاں تک گوشت خوروں کا تعلق ہے۔ وہ دوسرے جانوروں کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ گائے کا قتل بھوکے لوگوں کی بھوک مٹانے کے لئے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس سے مشینیں وغیرہ منگوانے کے لئے گئووں کی کھالوں کو زرمبادلہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے +

بھارت کی سرکار جوکہ ہندوؤں کی سرکار خیال کیجاتی ہے کیوں ناستک اور اسری پرکرتی کے لوگوں کی وچار دھارا پر چلے ؟ اسکی بجائے یہ کیوں نہیں مہان سادھو راجہ پریکشت کی مثال کی پیروی کرتی ؟ شریمد بھاگوت میں لکھا ہے کہ راجہ پریکشت خود گئو کی رکھشا کے لئے دوڑے جب کہ ایک دشٹ ملیچھ گئو کو بہت بری طرح سے پیٹ رہا تھا۔ مہاراجہ نے اس ملیچھ کو قریب مار ہی دیا تھا جوکہ گئو کو پیٹ رہا تھا۔ اور اس سے یوں کہا۔ ارے دشٹ۔ تمہیں یہ جرأت کیا اس لئے ہوگئی کہ بھگوان کرشن اور ارجن جیسے پرتاپی راجہ اب نہیں رہے کہ تم اس معصوم، بیچاری گئو کو مار رہے ہو۔ تم ایک بے قصور کو مار رہے ہو اس لئے پران دنڈ کے ادھیکاری ہو + اے گئو ماتا۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں ڈرنے کی کوئی آوشکتا نہیں۔ ایسا کوئی بھی پرانی جوکہ مظلوم بے کس اور محتاج جیوں کو ستانے کا دوشی ہو چاہے وہ کیوں نہ دوسرے بھومنڈلوں کا باسی ہو، میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا اور میں اسے ناش کردونگا۔

از شریمد بھاگوت۔ ستارھویں ادھیائے کا پہلا اسکندھ۔

بھارت سرکار کیوں نہیں مہاراجہ پریکشت کے نقش قدم پر چلتی ؟

ایک امریکن ہونے کے ناطے میں بھارت ماتا کو روحانی پریرنا دینے والی اور تیرتھ پر درشنک مانتا ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ امریکن لوگ کافی حد تک ناستک اور مادہ پرست ہو چکے ہیں۔ اور اس لئے وہ سنسار میں تشدد کی راہ پر گامزن ہیں۔ لیکن بھارت ورش اس غلط راہ میں کیوں ان کا شریک ہو۔؟۔ یہ پڑھکر مجھے بہت دکھ ہوتا ہے کہ بھارت ورش میں دھارمک اصولوں اور نیموں کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ اس کا اثر کیا ہو رہا ہے۔ اس بارے میں میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کا کارن یہ ہے کہ بھارت ورش اپنے دھارمک اصولوں کو تلانجلی دے رہا ہے۔ اور ایشوری وچار دھارا کم ہو رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ بھگوان کرشن بھارت ورش اور اس کی سرکار سے انکے ادھرمی ہونے پر ناراض ہیں۔

ہاورڈ۔ ایم۔ ویلر HOWARD M. WHEELER
نیویارک (امریکہ) NEWYORK (U.S.A) 25/1/67

گورونانک صاحب تو فرماتے ہیں: ۔ دکھی پکارے رین دن پاپاں بھاری ہوئے۔
ڈاڈا پاپ گئو بدھ ہے۔ جس پر ساری لوئے

لیکن دھارمک تعلیم سے بے بہرہ ایک سکھ شری خوشونت سنگھ نے گئو رکھشا اور سادھوؤں کے برخلاف امریکن اخبار میں مضمون شائع کرا کر

آج کے سکول اور کالج اخلاقی دھارمک اور روحانی آدرشوں سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔

ہندو دھرم کا سروناش نہ کرو

(شری۔ کے۔ ایم منشی کے وچار)

سنسکرت، امیروں، حکومت اور دھرم پر اعتقاد رکھنے والے لوگوں کی سرپرستی سے محروم ہے

ہندو دھرم سے مراد محض ہندوؤں کا مذہبی سسٹم، اسکے اصول آدرش اور مذہبی رسوم ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد بنیادی قدریں بھی ہیں جو نسل بہ نسل ہمارے مجلسی، اخلاقی اور روحانی طریق زندگی پر اثر انداز ہوتی رہی ہیں۔ اس دھرم کو ہندو دھرم کا نام دیا گیا ہے۔ لیکن وہ قدیم فطری دھرم ہے۔ ایسا دھرم جو سچا اور زندگی بخش ہے۔

ہندو دھرم کسی زمانہ کے کسی خاص وقت شروع نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی خاص شخص نے رکھی ہے۔ وہ شروع سے ہی چلا آرہا ہے اسلئے کہ وہ عالمی دھرم ہے اور کسی علاقہ میں محدود نہیں۔ بنی نوع انسان کا جو فرد پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوگا ہندو دھرم سے تعلق رکھتا ہے۔ سرشٹی کے آغاز سے ہی ہماری پرارتھنایئں ساری دنیا کے لئے رہی ہیں۔ ہندو دھرم میں وہ جوش اور ولولہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا جب بھی اسے چیلنج کیا گیا تو اس نے ایک تخلیقی طاقت کو بڑھایا اور وہ فتح مند اور کامراں ہوا۔

ہندو دھرم کی نشوونما یونان اور روم کی تہذیبوں کے عروج سے بہت پہلے ایک طریق زندگی کے طور پر ہوئی اور اس کا ایک مخصوص سوشل اور اخلاقی پس منظر تھا۔ یونان اور روم کی تہذیبیں آج عجائب گھروں کی زینت بن چکی ہیں۔ لیکن تاریخی ابتلا اور مصائب کے باوجود ہندو دھرم آج بھی پہلے کی طرح پوری شادابی کے ساتھ موجود ہے۔

یہ بات نہایت تعجب خیز ہے کہ ہندو دھرم ہر زمانہ کے تنظیم مجلسی اور سیاسی انقلاب نیز علاقائی حملوں کے باوجود ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ ہندو دھرم نے ان چیلنجوں کا کس طرح مقابلہ کیا اور اپنے آپ کو نئے حالات کے سانچے میں ڈھالا۔ وہ اس امر کی واضح شہادت ہے کہ اس میں داخلی طاقت ہے اور نہ ختم ہونے والی قوت اور جوش ہے۔

جدید ہندو دھرم کا پیغمبر۔ شنکر آچاریہ: آپ کو معلوم ہی ہے کہ آٹھویں صدی میں جبکہ ہندوستانی تہذیب و تمدن میں انتشار پیدا ہوا تو ہندو دھرم نے اس چیلنج کا کس طرح مقابلہ کیا۔ کرم کانڈ جو روحانی قدروں کو پس پشت ڈالکر قربانیوں پر زور دیتا تھا تشکنی مت اور بودھ مت وغیرہ سے ہندوستان میں انتشار پیدا ہو رہا تھا اور تب آپکو معلوم ہے کہ شنکر بھگوت اٹھے اور انہوں نے ہندو دھرم کو ایک تازہ قوت بخشی۔ انہوں نے زندگی کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا۔ بارہ سو برس گذرنے کے بعد ہماری زندگیوں پر انکا اثر باقی اور حاوی ہے۔ شنکر بھگوت پد نے جو زندگی گذاری اور جو کامیابیاں حاصل کیں ہیں ان پر اکثر حیران ہوتا ہوں۔ ۳۲ برس کی چھوٹی سی عمر میں انہوں نے معجزہ کیا۔ انہوں نے مختلف مت متانتروں کے اثر ورسوخ کو زائل کیا اور ہندو دھرم کو مضبوط بنیادوں پر قائم و برقرار کیا۔ انہوں نے ملک بھر میں سنیاس آشرم قائم کئے اور پیٹھ بنائے۔ وہ ایک کوی۔ گورو۔ ریفارمر اور فلاسفر تھے۔ وہ معجزہ دکھانے والی طاقتوں کے ایک روشن دماغ یوگی تھے۔ انسانوں میں انکی نظیر ملنا بہت مشکل ہے۔ ان میں بیک وقت دو ایسی خوبیاں تھیں جو ایک دوسرے کے الٹ ہیں اور جن کا ایک ہی شخص میں اکٹھے ہونا ناممکن ہے۔ یہ دونوں خوبیاں اور روحانیت کی تھیں جو کہ ہم میں الگ الگ پائی جاتی ہیں۔ آج ہندو دھرم میں جو قوت پائی جاتی ہے اسکے لئے ہم شنکر آچاریہ کے

احساسمند ہیں۔ انہوں نے مختلف مذہبی خیالات کو یکجا کیا اور ویراگ اور بھگتی کی عظمت اور برتری کو قائم کیا۔

ہندو دھرم لافانی ہے:۔ ہندومت کو اس قسم کے چیلنج کا سامنا شروع ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی میں درپیش ہوا۔ مسلمان بادشاہوں کے عہد میں ہندوؤں کو عموماً ایک گھٹیا نسل کے افراد تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے پوجا استھانوں کی بے حرمتی ہوتی تھی۔ انکے شکھشا کیندر تباہ کر دیئے گئے۔

مثال کے طور پر وشیشور مندر (کاشی) اور سوم ناتھ مندر کو لیں۔ سومناتھ مندر کو ۱۰۲۴ء سے ۱۷۰۶ء تک کے عرصہ میں کئی بار تباہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ اورنگ زیب نے حکم دیا کہ اس مندر کو اس حد تک مسمار کر دیا جائے کہ اس کی مرمت بھی نہ ہو سکے۔ اس ظلم و ستم کے باوجود ہندومت نے حیران کن طاقت کا ثبوت دیا۔ ان سات سو برسوں میں جب بھی سوم ناتھ مندر کو تباہ کیا گیا۔ اس کو تعمیر کرایا گیا اور اسکی ماضی کی شان و شوکت کو ایک بار پھر بحال کر دیا گیا۔ آخری بار سومناتھ مندر کو ۱۹۵۰ء میں۔ اس کی پہلے جیسی عظمت دیگئی۔ جبکہ سورگیہ ڈاکٹر راجیندر پرشاد نے مندر میں سومناتھ کی مورتی ستھاپت کی۔

اسی طرح اگرچہ ابراہیم لودھی نے پندرھویں صدی میں برندابن کو بری طرح پامال اور برباد کر دیا تھا۔ لیکن کرشن بھگتی کو دبائے نہ دبایا جا سکا اور پوری آن بان اور شان و شوکت سے فتح مند اور ظفریاب ہوئی۔ بھگتی کی لہر سارے ملک میں پھیل گئی اور مشرق میں نادیہ (چیتنیہ کی جنم بھومی) سے مغرب میں دوارکا تک چھا گئی۔ اور ہندوؤں کے تمام پوجا استھان پہلے کی طرح دھرم کے سرگرم کیندر بنے رہے۔

ہندومت کو ایک بار پھر اسی قسم کے چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جبکہ انگریزوں نے ہندوستان کو فتح کیا۔ ایک طرف انہوں نے ہندوؤں سے عیسائی بنانے کے سلسلہ کی حوصلہ افزائی کی اور دوسری طرف مغربی تعلیم کے ذریعہ انہوں نے ہمارے اس اعتقاد کو متزلزل کرنے کی کوشش کی جو ہماری پرانی روایات میں تھا۔

دھرم کے بغیر زندگی بے کار ہے۔ ہم نے اس چیلنج کو بھی منظور کیا۔ راجہ رام موہن رائے۔ رام کرشن پرم ہنس دیانند سرسوتی۔ وویکانند۔ شری اربندو۔ رمن مہرشی اور مہاتما گاندھی نے ہندو دھرم کو سرجیوت کرنے کی تحریک کی رہنمائی کی۔ مختلف مٹھوں کے شنکر آچاریوں نے سادھوؤں نے اور آریہ سماج جیسی دھارمک سنستھاؤں نے ہندو دھرم کو ایک نئی طاقت بخشی۔ اور ہندوؤں میں دھارمک جذبات پیدا کئے۔

اب ہندو دھرم کو جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے چیلنج کا سامنا ہے۔ ان دونوں چیزوں کی دین شہری زندگی ہے جہاں روپیہ اور کامیابی ہی زندگی کے سب سے بڑے لکش ہیں۔ جہاں کوئی مقررہ مجلسی معیار نہیں ہیں۔ جہاں سکول اور کالج ایک ایسی فضا پیدا کرتے ہیں جس میں مادی قدروں کو ہی اہمیت حاصل ہے اور جو اخلاقی دھارمک اور روحانی آدرشوں سے بیگانہ محض ہیں۔ انکے مندر سینما ہیں اور مذہب عیاشی ہے۔ جو پڑھے لکھے لوگ مغرب سے فرسودہ خیالات لیتے ہیں اور وہ یہ یقین کرنے لگے ہیں کہ مذہب اور سائنس میں فطری تضاد ہے۔ یہ جدید خیال مغرب کا ڈھکوسلہ ہے۔ ہندو دھرم نے اپنے دھارمک سسٹم میں ہمیشہ ہی سائنس کو ایک مخصوص مقام دیا ہے۔ ہم ہمیشہ سے ہی یہ یقین کرتے آئے ہیں کہ دھارمک اصول اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتے۔ جبکہ وہ ڈھکوسلوں پر مبنی ہوں نیز سائنس اور مادیت ایک انسان کی دھارمک خواہشات کو پورا نہیں کر سکتی۔

اگر زندگی سے دھرم خارج ہو جائے:۔ بہت سے پڑھے لکھے لوگ جو کہ مغرب کی شان و شوکت سے متاثر اور مسحور ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ دھرم برائیوں کا منبع ہے یا کم سے کم ایک اچھی اور خوشگوار زندگی کے لئے اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے میں ان سے کہوں

اس مسئلہ پر غور و خوض کریں۔ اگر ہماری زندگی میں سے دھرم کو خارج کر دیا جائے تو کیا ہوگا؟ اگر رامائن اور مہابھارت کو ہم بھُلا دیں تو ہماری زندگی میں کیا رہ جائے گا؟ اگر ہماری زندگی میں سے شری کرشن اور بھگوت گیتا کو نکال دیا جائے تو کیا باقی بچیگا؟ اگر ہماری دھارمک رسُوم پرارتھناؤں کو جو کہ ہماری زندگی کو پائیداری بخشتی ہے ترک کر دیا جائے اور اگر لاکھوں مندروں کو جن میں ہمارا صدیوں سے اعتقاد رہا ہے تباہ کر دیا جائے تو ہمارا کیا بنے گا؟

اگر ایسا ہو جائے (جیسا کہ دھرم میں کیڑے نکالنے والے چاہتے ہیں) تو تمام بُرائیاں قائم رہیں گی۔ تنگ دلی۔ نفرت۔ خود غرضی۔ لالچ اور لڑائیاں الغرض ہر وہ چیز جس کے لئے پڑھے لکھے لوگ دھرم کو ذمہ دار گردانتے ہیں قائم رہیں گی اور اس صورت میں ہم ترقی اور نیکی کے اثرات سے محروم رہ جائیں گے۔

زندگی سے لُطف حاصل کرنے کے لئے ذرائع بہت بڑھ گئے ہیں لیکن قسمت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس کے باوجود خوشی اور مسرت میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا واحد منطقی نتیجہ یہ ہے کہ خوشی اور مسرت لانے کا جو سب سے بڑا عنصر ہے وہ دھرم ہی سرگرم ہوتا ہے۔ جب تک ہم دھرم کا سرگرم جذبہ اپنے اندر نہیں رکھیں گے۔ پاکبازی اور بے غرضی کی زندگی بسر نہیں کر سکتے کیونکہ دھرم انفرادی اشخاص اور سوسائٹی دونوں کو پاکیزہ اور پوتر بناتا ہے۔

نئے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمیں اس نئے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہوگا کیونکہ اسوقت تک ہمیں جتنے بھی چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ان میں سے یہ سب سے بڑا چیلنج ہے۔ دھرم کو ایک نئی شکتی دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے دھارمک کام جدید دُنیا کے لوگوں کے لئے باعث اطمینان ہونے چاہئیں۔ ہماری مذہبی رسومات سے لوگوں کا سُدھار ہو اور ہمارے دھارمک نشانات اور علامات پریرنا دینے والی ہوں۔

مندر صاف ہونے چاہئیں اور ان کا ماحول پوتر ہونا چاہیئے۔ پرارتھنا کے وقت جو گیت گائے جائیں وہ روح پرور ہوں۔ ہمارے پجاری وِدوان ہوں اور دھرم میں پورا پورا اعتقاد رکھتے ہوں۔ ہمیں کبھی یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ہمیں جن چیزوں سے دھارمک اخلاقی اور تمدّنی پریرنا ملتی ہے ان کا منبع سنسکرت ہے بدقسمتی سے جدید زندگی کی ضرورتوں اور مصلحتوں نے بھارت سرکار کو ایک تین بھاشائی فارمولہ مرتب کرنے پر مجبور کیا ہے۔ جس میں سنسکرت کو کوئی جگہ حاصل نہیں ہے۔ لیکن جس طرح بھی ہو ہمیں سنسکرت کی تعلیم کو فروغ دینا چاہیئے۔ کیوں کہ ہندوستان کی یہی سب سے بڑی اور بُنیادی زبان ہے۔

یہ دیکھکر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے کہ سنسکرت زبان راجاؤں۔ گورنمنٹوں اور امیر لوگوں (جنہیں دھرم میں اعتقاد ہے) کی سرپرستی سے محروم ہو گئی ہے۔ لیکن یہ جنتا کا زمانہ ہے۔ لوگوں کو آگے بڑھنا چاہیئے اور سنسکرت کی حمایت کرنی چاہیئے۔ ہندو دھرم کو نیا جیون دینے کے لئے جو سرگرمیاں کی جائیں وہ ہمارے قدیم مندروں اور تمدنی اداروں میں ہوں۔ دھرم کو ایک بے جان جسم میں آتما کی حیثیت حاصل ہے۔

جاگو! آزادی چلی نہ جائے

آج ۲۶ جنوری کا پوتر دن ہے۔ اپنے اندر جھانکنے کا دن ہے۔ دیش کی یہ دُردشا کیوں ہو رہی ہے۔؟ ۔ ،،

ہم سمت میں غلط راہ پر جا رہے ہیں۔ ہمارا ہر ایک قدم ہمیں منزل سے دور لے جا رہا ہے۔ ہمارے کانگریسی نیتاؤں نے غلط سمجھا کہ دیش بھگت ہونے کے لئے ہندو دھرم کو تلانجلی دینا ضروری ہے۔ افسوس ہم یہ بھول گئے کہ صدیوں کی غلامی کے بعد ہمیں جو آزادی نصیب ہوئی ہے یہ رشیوں منیوں اور گوروؤں کی تپسیا اور بلیدان کا نتیجہ ہے۔ یہ تپسیا یہ بلیدان ہندو دھرم کی رکشا کے لئے ہندو سنسکرتی کو بچانے کے لئے تھے۔ سوامی وویکانند جہاں بار بار کہتے تھے اپنے ہندو ہونے پر فخر کرو، وہاں یہ بھی کہتے تھے "سب دیوی دیوتا سوئے پڑے ہیں" پچاس سال بھارت ماں کی پوجا کرو اپنے دیش کے غریبوں کی سیوا کرو۔ یہ بھوکے اور ننگے لوگ بھگوان کا ورارٹ سوروپ ہیں۔"

یہ پریرنا انہوں نے پرم ہنس رام کرشن سے حاصل کی۔ انہیں سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن دیش کی دشا پر آنسو بہاتے تھے۔ اور سوامی وویکانند سے کہتے تھے کہ تم ایڈوکیٹ بننا چاہتے ہو۔ کوٹھیوں میں رہنا چاہتے ہو۔ دیش کی دُردشا پر ایک نظر تو ڈالو۔ سوامی وویکانند پہلے برہمو سماج کے ممبر تھے۔ بابو کیشب چندر سین اور برہمو سماج نے ہندوؤں میں جاگرتی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مسلم راجیہ کے مقابلہ میں انگریزی راجیہ کو ایک برکت مانتے تھے۔ مہرشی دیانند سرسوتی نے ایسا ماننے سے انکار کیا۔ انہوں نے کہا "کوئی بدیشی راجیہ خواہ وہ کتنا ہی اچھا ہو اپنے راجیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" اسی طرح پرم ہنس دیو نے کہا "زنجیروں میں جکڑی ہوئی بھارت ماتا بلیدان مانگتی ہے۔ غلامی لعنت ہے۔ اگر یہ بھومی داس بھومی بن کر رہ گئی ہے غلاموں کی بستی" مہاتما گاندھی ہر روز صبح دھرتی ماتا کو نمسکار کیا کرتے تھے وہ ماتا پر چرن رکھتے ہوئے کشما مانگتے تھے پھر بھگوان سے پرارتھنا کرتے تھے "پربھو! ہمیں اندھیرے سے روشنی کی طرف لے چلو۔ موت سے زندگی کی طرف لے چلو" مہاتما جی کئی برس ہر روز یہی پرارتھنا کرتے رہے۔ کسی نے اعتراض نہ کیا کہ یہ فرقہ پرستی ہے۔ کانگریس پلیٹ فارم پر بھی مہاتما جی کہتے رہے کہ میں گئو کی پوجا کرتا ہوں۔ میں ایسے سوراجیہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا جہاں گئو ہتیا ہوتی ہو" ہمارا دیش آزاد ہو گیا۔ اور ہر سال ہم آج کے دن اس امید کے ساتھ خوشیاں مناتے ہیں کہ ہمارے دیش میں صدیوں کے بعد جو آزادی اور جمہوریت کا راج قائم ہوا ہے وہ چلتا رہے گا۔ لیکن آج دیش میں چاروں طرف انتشار ہی انتشار نظر آ رہا ہے۔ بھاشا فرقے اور صوبہ کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اُسے دیکھ کر دل کانپ اُٹھتا ہے۔ روز افزوں مہنگائی۔ بے کاری اور ضروریات زندگی کی نایابی حالت کو زیادہ پیچیدہ بنا رہی ہے۔ جنتا سب کچھ برداشت کر جاتی ہے مگر بھوک اور مفلسی برداشت کرنا مشکل ہے۔ بھرشٹاچار بڑھ رہا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک خوفناک انقلاب کے دہانے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہماری پکار ہے کہ جاگو۔ دیکھو۔ ہماری آزادی خطرہ میں ہے۔ اسے بچا سکتے ہو تو بچا لو:۔" ماخوذ نیشنل ہیرالڈ

قطعات۔

روایاتِ کہن

از روشؔن پٹیالوی

خاک میں ہم نے ملائی ہیں رواتِ کہن — اپنے ہاتھوں سے کیا نذرِ خزاں باغِ وطن
پیروی کرنے لگے بھول کے ہم مغرب کی — کیسے برباد ہوئے چھوڑ کے مشرق کا چلن

مراحلِ دشوار

کئی مراحلِ دشوار سے گذرنا ہے — ابھی تو بحرِ حوادث کو پار کرنا ہے
بنی ہوئی ہے جو تصویرِ حال مدھم سی — حیاتِ نو کا ہمیں رنگ اس میں بھرنا ہے

ثمرۂ اعمال

تلخیٔ غم نے لیا چھین میرے دل کا سکوں — اپنی تقدیر کی کس مُنہ سے شکایت میں کروں
کشتِ دنیا میں جو بویا ہے وہی کاٹونگا — میرے اعمال کا ثمرہ ہے میرا حالِ زبوں

پیامِ کامرانی

پیام دیتا ہے ہر دل کو شادمانی کا — ہنسی کا، لطف کا، ہمت کا، کامرانی کا
ہر اک زباں پہ شکوہ ہے نا اُمیدی کا — بدلنا ہے ہمیں عنوان اس کہانی کا

امتحانِ وفا

آج دینا ہے ہمیں اپنی وفا کا امتحاں — مانگتی ہے مادرِ ہندوستاں قربانیاں
جان کی بازی لگائیں گے وطن کیواسطے — ہم ہیں ایثارِ مجسّم، ہم ہیں بھارت کے جواں

شیدائی امن

اے پیارے وطن تجھ پہ ہم جان لُٹا دینگے — آتا ہے ہمیں مرنا دُنیا کو دکھا دیں گے
ہم امن کے شیدائی لڑنے سے نہیں ڈرتے — ہر ظالم و جابر کی ہستی کو مٹا دیں گے

نادر شاہ کا حملہ اور دہلی کا قتلِ عام

(ٖ نادر شاہ ایرانی کی سرگذشت جس کو مولوی محمد معصوم علی صاحب محشرؔ نے تالیف کیا:)

چیتاؤنی:۔ گورو نانک صاحب نے فرمایا ہے "پرمیشور توں بھلیاں ویاپن سبھے روگ" راماین میں بھی لکھا ہے کہ مرگ ترشنا (آبِ سراب) کے جل کے پینے سے بھلے ہی کسی کی پیاس بجھ جائے۔ خرگوش کے سر پر بھلے ہی سینگ نکل آویں۔ اندھکار بھلے ہی سورج کا ناش کر دے۔ پرنتو شری رام سے بمکھ ہو کر جیو سکھ نہیں پا سکتا۔ کچھوے کی پیٹھ پر بھلے ہی بال اُگ آویں۔ بانجھ کا پتر بھلے ہی کسی کو مار ڈالے۔ آکاش میں بھلے ہی انیکوں پھول کھل آویں۔ پرنتو شری رام سے بے مکھ ہو کر جیو کبھی بھی سکھ پراپت نہیں کر سکتا۔

جب اخلاق کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔ لوگ ایشور اور دھرم کو تلانجلی دیکر اپنی من مانی کرنے لگتے ہیں۔ بادشاہ وقت اور اس کے اہلکار رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے۔ روپیہ لوٹتے۔ ہزار ہا لوگوں کو تنگ کرتے اور پاپی دُشٹ اور انیا چاری لوگوں کو پاپ کرنے کی کھلی چھٹی دیتے ہیں اور انکی ہر معاملہ میں حمایت کرتے ہیں۔ رشوت ستانی کا بازار گرم ہو جاتا ہے معصوم دیویوں کی عزت لوٹی جاتی ہے شریف لوگوں کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہوتی۔ اس وقت قدرت کی طرف سے قہر نازل ہوتا ہے۔ اورنگ زیب کی متعصبانہ پالیسی سے سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہو چکی تھی اور محمد شاہ رنگیلے کے عہد میں افسران عیش و عشرت میں پڑ گئے تھے۔ اور حکومت کا وقار ختم ہو چکا تھا۔ اور غنڈہ گردی بڑھ گئی تھی لوگ ایشور کو بھول چکے تھے۔ اس وقت ہندوستان پر نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ مولوی محشرؔ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت بہت سے لوگ مضطرب و پریشانی کی حالت میں کسی عارف اللہ (فقیر) گوشہ نشین کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور بحال زار عرض کیا کہ یا حضرت ہم لوگوں پر قہر آسمان ٹوٹ پڑا ہے۔ آپ للہ دُعا کیجئے کہ جو خونخوار سفاک نادر کے ہاتھ سے امان ملے۔ اُن بزرگ نے حسرت و افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ:۔

شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت۔

میاں یہ اپنے ہی اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ جو نادر کے ظلم و ستم کی شکل میں سامنے آیا ہے۔ یہ کل حالات نادر شاہ کا آنا وغیرہ سوامی چرنداس جی مہاراج نے جو گورو گوبند سنگھ دیو جی کے شش تھے قبل از چھ ماہ کہہ دیا تھا پرمیشور کو بھول کر دنیاوی عیش و عشرت میں پڑنے کا آخر نتیجہ تو تباہی ہے۔ گورو صاحب کے واک کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ کہ "پرمیشور توں بھلیاں ویاپن سبھے روگ"، ہم بھارت نواسیوں کو دو ہزار سال کے بعد بڑی مشکل سے سوتنترتا (آزادی) پراپت ہوئی تھی لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اس کی کوئی قدر نہیں کی۔ کسی مہاپرش نے سچ ہی کہا ہے۔ "پربھو ہم ساعت راحت میں تجھکو بھول جاتے ہیں۔"

جب مصیبت آتی ہے تو ہم پچھتاتے ہیں لیکن جب راحت کا وقت آتا ہے تو ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور دھرم کرم کو تلانجلی دیکر من مانی کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ موجودہ حکومت کے بیشتر اہلکار اور کارکن دھرم کرم کو چھوڑ چکے ہیں۔ اسلئے "یتھا راجہ تتھا پرجہ" کے مصداق۔ عام جنتا بھی اُنکے نقش قدم پر چلکر اپنی پراچین سبھیتا۔ پراچین دھرم اور اپنی خاندانی روایات کو بالائے طاق رکھکر انسانیت سے بھی دُور ہوتی چلی جارہی ہے۔ فلمی دُنیا نے ملک کا ستیاناش کرکے رکھ دیا ہے۔ سربازار بڑے بڑے پوسٹروں اور بورڈوں پر برہنہ عورتوں اور اُنکے ساتھ غیر مردوں کی تصاویر دکھائی جارہی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اخلاق کا دیوالہ نکل چکا ہے اور ہمارے موجودہ نیتا یا تو ان تصاویر کو دیکھکر آنکھیں بند کر لیتے ہیں یا وہ دیدہ دانستہ وام مارگ کو اس دیش میں دوبارہ لانا چاہتے ہیں۔ سکولوں میں دھارمک تعلیم نہ رہنے سے لڑکے اور لڑکیاں اوائل عمری میں ہی اپنے خیالات کو پراگندہ کر رہے ہیں۔ گویا ہماری آئندہ نسل جس کے کندھوں پر تمام بھارت ورش کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ہی اخلاقی طور پر ختم ہو رہی ہے۔ شوچ پوترتا اور ہندوؤں کی تمام دھرم مریادائیں ختم ہو گئی ہیں۔ حلوائی لوگوں نے برتنوں کو مٹی سے صاف کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور گندے پانی سے برتن صاف کرکے قانون حفظان صحت کی بھی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ پوترتا کا خیال تو اب عام جنتا میں ختم ہی ہو چکا ہے لیکن صفائی جو کہ صحت کیلئے نہایت ضروری ہے وہ بھی مفقود ہو گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

پرماتما کو بھول کر اور دھرم کرم سے رہت ہو کر سُکھ اور شانتی کے خواب لینا امر محال ہے۔ دھرم شاستروں کی تعلیم ایشوری حکم ہے۔ اگر ہم اسکی حکم عدولی کرتے ہیں۔ تو لازمی طور پر ہمیں دُکھ اور کشٹ سہنے پڑیں گے۔ جیسا کہ نادر شاہ کے حملہ کے وقت لوگوں نے تکلیفات اٹھائی تھیں۔" (ایڈیٹر)

مولوی محمد معصوم علی صاحب تحتشر اپنی کتاب وقائع نادری میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ جس وقت نادر شاہ قلعہ قندھار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس وقت سعادت خاں۔ برہان الملک اور قمرالدین خاص۔ نظام الملک۔ جو کہ بادشاہ محمد شاہ کے مخالف ہو چکے تھے انہوں نے بادشاہ وقت اور ملک کے ساتھ غداری کی اور خفیہ طور پر بادشاہ کو خطوط روانہ کئے۔ جن میں لکھا کہ:۔ محمد شاہ کاروبار سلطنت سے بالکل غافل ہے۔ اگر ایسے وقت میں آپ ہندوستان پر حملہ کرینگے تو بہت آسانی سے یہ ملک فتح ہو جائیگا۔ اور آپ کو دولت کا انبار نصیب ہوگا۔

نادر شاہ نے جواب دیا کہ ہمارا آنا دشوار ہی نہیں بلکہ سخت محال ہے کیونکہ دریا ہمارے سدّ راہ ہوں گے۔ علاوہ اس کے افغانوں اور نیز ہندوستان کے دوسرے جنگ آزماؤں کا مقابلہ کوئی آسان امر نہیں ہے۔ ناصر خاں صوبہ دار کابل اور ذکریا خاں حاکم لاہور بھی ضرور ہی مقابلہ کریں گے۔ اگر خوش قسمتی سے یہ سب اہم مراحل بھی طے ہو گئے۔ تب بھی افواج شاہی کے مقابلہ پر کامیابی منحصر ہے۔ جو بہت ہی سخت اور دشوار کام ہے۔"

پھر ان دونوں سازش کے پتلوں نے لکھکر اطمینان دلایا۔ کہ آپ کسی امر کا پس و پیش نہ کیجئے جسوقت آپ دریائے اٹک سے

عبور کرینگے۔ اس وقت آپکو ہماری کارگذاریوں کا بخوبی اندازہ ہوجائے گا۔ تمام راستے ان کانٹوں سے صاف ہوچکے۔ وہ حکمت عملی کا جال پھیلایا جائے گا۔ کہ جتنے سر اُٹھانے والے ہیں۔ سب اسی جال میں پھنسے ہونگے اور بڑی آسانی کے ساتھ آپکی تمام مشکلیں حل ہوجائیں گی۔

نادرشاہ کو جب سب طرح سے تسلی ہوگئی تو ایک لاکھ پچیس ہزار سواروں کو مال و دولت کی طمع اور اُمیدیں دلاکر ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔

سعادت خاں اور قمرالدین نے شیرازخان قلعہ دار کابل اور ناصر خاں صوبہ دار کابل اور ذکریا خان حاکم لاہور کو بدیں مضمون خط لکھکر روانہ کئے۔ کہ "چونکہ نادرشاہ بادشاہ ایران کو ہندوستان کی ابتر حالت کی پوری پوری اطلاع ہوچکی ہے اور تم کو یہاں سے مدد اور کمک کی بالکل اُمید نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی حالت میں نادرشاہ سے جنگ کرنا۔ گویا اپنے اوپر سخت مصیبت کا لانا ہے۔ پس تم لوگ مصلحت وقت سے کام لینا۔ اور اس کے ساتھ پرخاش کے بدلے اطاعت اور فرمانبرداری سے پیش آنا۔ کیونکہ جس کے واسطے تم اپنی جان خطرہ میں پھنساؤ گے اس کو (یعنی بہادرشاہ بادشاہ کو) نہ تو تمہاری کارگذاریوں جاں فشانیوں اور عرق ریزیوں کی کچھ پرواہ ہے اور نہ کسی قسم کی مدد اور نہ جان گنوانے کا کچھ صلہ مل سکتا ہے۔ بے سود کام سے کیا فائدہ ہے مناسب یہی ہے کہ نادر کی اطاعت قبول کرکے قلعہ حوالہ کردینا۔"

مگر ناصر خاں صوبیدار کابل نے ان قومی غداروں کی باتوں پر دھیان نہ دیکر پندرہ ہزار فوج جمع کرلی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور محمد شاہ کی حضور میں عرضی بھیجی کہ نادر کابل لینے کی غرض سے سر پر پہنچ گیا ہے اور سات برس سے ہماری فوج کو تنخواہ نہیں ملی۔ اور خان بہادر ذکریا خان صوبہ دار لاہور ایک حبہ پیسہ تک نہیں بھیجتا۔ اس وجہ سے غلام کو خرچ کی تنگی اور افواج کی پریشانی کمال درجہ پہنچ چکی ہے۔" لہٰذا۔ آپ دو برس کی تنخواہ افواج مرحمت فرماویں یا خان بہادر صوبیدار لاہور کے نام حکم صادر فرماویں کہ جاگیر کا روپیہ دیدیوے۔ تاکہ تنگئی اخراجات سے مطمئن ہوکر غنیم کا مقابلہ کیا جائے۔

یہاں سے وہی معمولی سکوت کے سوا کچھ جواب نہ ملا۔ اس پر بھی جوں توں کرکے ناصر خاں چھ ہفتہ تک۔ نادر کے مقابلہ پر صف آرا رہا۔ آخرکار تنگئی خرچ سے عاجز آکر پسپا ہوا۔ اور لڑائی میں مارا گیا۔ نادر کابل پر قبضہ کرکے پشاور پہنچا۔ اور پھر فوج فراہم کرکے درّہ خیبر پر مورچہ بندی کی اور محمد شاہ کو چٹھی بھیجی جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"ضمیر منیر حضور پر واضح ہو کہ میرا کابل میں آنا اور اس پر قبضہ کرلینا صرف اسلامی جوش اور آپکی محبت کا باعث ہے۔ تمام تواریخیں ایسے واقعات سے پُر ہیں جن سے ہمارے یہاں کے بادشاہوں اور آپ کے آباؤ اجداد میں اتحاد دوستی اور یک جہتی کا صاف اظہار ہوتا ہے۔ میں ہمیشہ سے آپ کے مشہور خاندان تیموریہ کا دوست تھا اور ہوں اور رہونگا۔"

یہ چٹھی بھیجکر نادر اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھا اور اٹک پر قبضہ کرلیا۔ پھر رہتاس گڑھ کا قلعہ لے لیا۔ اور وزیرآباد تک آپہنچا۔ حاکم وزیرآباد نے مقابلہ کیا لیکن نادر کی فوج کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکا۔ اور وہاں حکم نادری سے بیچاری رعایا کا قتل عام ہوا۔ نادر آگے بڑھا اور شاہ گنج میں جو لاہور سے قریب اور دریائے راوی کے اُس پار ہے۔ اپنے مورچے قائم کئے۔ ذکریا خان صوبہ دار لاہور نے قلعہ سے نکلکر دریائے راوی کے کنارے اپنے ڈیرے ڈالکر دریا کی کشتیاں

ہیں کرلیں۔ نادرشاہ ڈیڑھ مہینے تک عبور کرنے کی اُدھیڑبن میں رہا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک روز ایک (ذلیل گھاتک (قومی غدار) زمیندار نے شاہ کے پاس آکر پایاب دریا کا سُراغ بتایا۔ چنانچہ اسی پتہ پر نادر اپنی فوج سمیت اُس پار اُتر آیا۔ ذکریا خاں مقابلہ کو تیار ہوا۔ اور ایک ہفتہ تک توپوں سے لڑائی ہوتی رہی۔ مگر جب دہلی سے کوئی کمک نہ پہنچی۔ تو مایوس ہوکر مولوی عبدالسلام کے ذریعہ پیغام صُلح بھیجا۔ اور نادر نے صلح منظور کرلی۔ نادرشاہ نے شالامار باغ لاہور میں ایک مہینے قیام کیا۔

تاریخ داں لکھتا ہے۔ کہ :- " افسوس صد ہزار افسوس محمد شاہ کے غفلتوں کی کوئی حد نہ تھی۔ نادرشاہ مہینوں سے ہندوستان میں ہر ایک جگہ پر قبضہ کرتا ہوا چلا آتا ہے اور یہاں عیش پرستی کا بُرا ہو کہ کانوں پر جُوں تک نہیں رینگتی۔ نادر ایسے زبردست خونخوار دشمن کا سامنا ہے جو اپنے گھر میں گھُستا چلا آتا ہے اور آپ کو عیش و نشاط سے فرصت نہیں۔ ہائے کیا غضب ہے۔ کیسے غفلتوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ذرا بھی آنکھ کھولکر نہیں دیکھتے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہونے والا ہے۔ اب جاگے بھی تو اس وقت۔ جب بقول شخصے۔ سر پر گولہ پھٹا۔ آنکھ کھلی تو طوفان بلا کے طلاطم میں پڑے ہوئے تھپیڑے کھاتے ہیں۔ لاکھ لاکھ ہاتھ پیر مارتے ہیں۔ مگر بے سود۔ پانی سر سے سوا نیزہ پر گذر گیا۔ ایسے ڈوبے کیا کہیں اُبھرتے ہیں۔ دشمن چھاتی پر سوار گلا گھونٹنے کو موجود ہے اور بزرگان عالی حضور پُرنور خواب ناز میں استراحت فرمارہے ہیں "

(آج ہمارے دیش میں کیا ہو رہا ہے؟ لوگ بیس سال سے چلاّ رہے ہیں کہ سکولوں میں بچّوں کو دھارمک تعلیم دو اُنکے اندر دیش بھگتی پیدا کرو۔ لیکن ہمارے رہنما ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اور کالجوں کے لڑکے ہی پولیس اور فوج کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔ ان لڑکوں کو چین اور روس کی تو تاریخ تو یاد کرائی جاتی ہے لیکن مہارانہ پرتاپ، شواجی۔ وغیرہ اور اپنے دیش کا صحیح اتہاس دیدہ دانستہ پڑھایا نہیں جاتا۔

چین اور پاکستان جیسے ظالم دشمن سرحدوں پر کھڑے ہیں لیکن ہمارے ہاں فلموں کے ذریعے برہنہ عورتوں اور مردوں کو عیش و عشرت کرتے دکھایا جا رہا ہے۔ ریڈیو پر فحش اور اخلاق سوز گانے سُنائے جا رہے ہیں۔ (متوالی نار ٹھمک ٹھمک چلی جائے) راون کی طرح دھرم اور اخلاق کو بالائے طاق رکھکر سدا چار اور اپنی پراچین تمام دھرم مریاداؤں کو ملیا میٹ و نابود کیا جا رہا ہے۔ آج دیش کے چھوٹے سے چھوٹے بچے کی زبان پر فحش فلمی گیت سُنائی دیتے ہیں۔ اور معصوم لڑکیاں بھی ناچ رنگ اور ایکٹریس بننے کی خواہشمند ہیں۔ کوئی سیتا ساوتری اور انوسویا بننے کیلئے تیار نہیں۔ جب ملک کے اخلاق کی یہ حالت ہے۔ تو ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔ چین بھوٹان کی سرحدوں میں گھُس رہا ہے۔ اور کیا پتہ کہ چین اور پاکستان ملکر کب بڑا حملہ کر دیں پاکستان، نادرشاہ کی نیتی کو اپنا کر ظاہر تو صلح کرنا چاہتا ہے لیکن اندر اندر جنگ کی زبردست تیاری کر رہا ہے۔)

خبردار! کوئی بیدار نہ کرے۔ بادشاہ کے آرام میں فرق آتا ہے۔ اگر جاگے بھی تو مینا بازار کی زہرہ جبینوں کے مشتری نظر ہیں۔ یا دکھن کا بندر نچا رہے ہیں۔ مصرعہ۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔ آہ! انہیں کرتوتوں سے آج

ایوان شاہی میں کھیروں نرچ رہا ہے +

الغرض نادر ڈیڑھ مہینے میں کوچ مقام کرتا ہوا سرہند تک پہنچ گیا۔ اب بادشاہ سلامت محمد شاہ بہادر فلک رفعت کو خبر ہوئی۔ گھبراکر اُٹھے بسامان جنگ کی سوجھی۔ امراء دولت کی یاد آئی۔ اِدھر اُدھر سے ایک ایک کو طلب فرمانا شروع کیا۔

۲ رجنوری 1739ء کو افواج قاہرہ اور توپخانہ باہرہ اور بہت کچھ میگزین سامان جنگ آماستہ ہوکر باغ شالامار (دہلی) میں پہلا مقام کیا۔ نظام الملک جس کا یہ تمام طوفان بے تمیزی اُٹھایا ہوا تھا اپنے سپاہیوں کو بزدل بنا رہا تھا۔ بظاہر فوج کا خیر خواہ بنکر اُن سے کہتا تھا:۔ "میں کسی طرح تمکو بغیر لڑے بھڑے بچائے لاتا ہوں۔ ایسے خونخوار دشمن کا تمہارا سامنا تھوڑا ہی ہونے دوں گا۔ ناحق تم لوگوں کا خون کراؤں یہ میرا کام نہیں"

۴ رجنوری کو خود بادشاہ فوج میں داخل ہوگیا۔ اور ۱۵ جنوری کو بادشاہی حکم سے فوج مجبور ہوکر کوچ کرتی ہوئی مقام کرنال پہنچی۔ نادرشاہ مقام تلاوری پر اپنا کیمپ لگائے ہوئے تھا۔ اپنی فوج کو جوش دلا رہا تھا۔ سعادت خاں نادرشاہ کو سب بھید بھیج رہا تھا۔ فوجوں میں کئی دن تک زبردست لڑائی ہوتی رہی۔ نادرشاہ نے سعادت خاں کو بُلا کر کہا:۔ "دیکھو تم ہمارے ملک ایران کے رہنے والے ہو لہٰذا تم ایسی تدبیر نکالو کہ باہم صلح ہوجائے۔ سعادت خاں نے اپنے دست خاص سے بایں مضمون ایک رقعہ لکھکر نظام الملک کے پاس بھیجا۔ "نادرشاہ سے جنگ کرنا میرے خیال میں بالکل مناسب وقت نہیں ہے۔ کیونکہ لڑنے میں سوائے اس کے کہ دونو اطراف کے مسلمان بھائی مارے جائیں اور کوئی نتیجہ نہیں۔ نادرشاہ کو میں نے بہت معقول طرز سے سمجھایا اور صلح کے واسطے بالکل رضامند کرلیا ہے! اگر نواب صاحب اس حقیر کے پاس تشریف لائیں تو نادرشاہ کو باہمی اتفاق سے مشورہ کرکے یہیں سے رخصت کر دیں"

اُدھر تو یہ رقعہ روانہ کر دیا اور ادھر نادر کے کان میں پھونک دیا کہ نظام الملک کو جس وقت یہاں آئے فوراً گرفتار کر لیجئے۔ کیونکہ سوائے اس سردار کے اور کسی میں اتنا دم نہیں ہے کہ حضور کے مقابلہ میں آمادگی ظاہر کر سکے"

نظام الملک نے اس رقعہ کے پہنچنے پر بادشاہ سے اجازت حاصل کی اور عظیم اللہ کو ہمراہ لے کر سعادت خاں کے پاس چلا آیا اور وہ دونوں نادرشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر چھ گھنٹے تک ٹھہرے۔ اثناء گفتگو میں نادر نے اس کو حراست میں کرکے حکم دیا کہ اگر تم اپنے بادشاہ کو ہمارے پاس لے آؤ تب تو تمہاری جان بخشی ہے ورنہ تمہارا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹا دونگا۔"

نظام الملک نے عرض کیا کہ میں اپنے بیٹے فیاض الدین خاں کو آپکی حراست میں چھوڑتا ہوں اور خود جاکر بادشاہ کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہوں"

چنانچہ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو حکمت عملی سے نادرشاہ کے ساتھ صلح کرنے کی پیشکش کی اور بادشاہ کو ساتھ لے کر وہ نادر کے خیمہ تک پہنچے نادر نے بادشاہ کا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ سرسری باتوں کے بعد نادرشاہ نے تقریر شروع کی۔

"بہت بڑی حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ آپ ایسی وسیع مملکت پر حکمراں رہ کر اس قدر غافل اور خود فراموش ہیں نے آپکی خدمت میں کئی ایلچی بھیجے مگر آپ کے وزیر نے ایک کا بھی جواب ارسال نہ کیا اور آپکو مطلق خبر نہ ہوئی۔ بلکہ دربا[ر]

قریب ایک ایلچی کو جو آپ کے پاس سفارت لئے ہوئے آرہا تھا۔ باغی راجپوتوں نے مار ڈالا۔ اسکی آپ نے بالکل پرواہ نہ کی اور ان باغیوں کو کچھ بھی سزا نہ دی۔ یہ بات آئین ملک داری کے بالکل خلاف ہے۔ جب خود میں آپ کے ملک میں آیا۔ تب بھی آپ غافل رہے اور بھولے سے بھی نہ چونکے اور یہ بھی نہ پوچھا کہ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں لاہور میں داخل ہو گیا۔ اس وقت بھی آپکو سلام و پیام بھیجا۔ لیکن آپ نے سلام و مزاج پرسی کا جواب تک نہ دیا اس کے بعد جب آپکے اُمرائے دولت خواب غفلت سے اچانک چونکے بھی۔ تو اسی نشۂ غفلت کے خمار میں ذرائع صلح کو روکا مگر میں تو آپکی ملاقات کا قصد مصمم کر کے چلا تھا۔ ایسے ایسے معمولی لوگوں کے روکے کب رکتا تھا۔ جب میں قریب پہنچ گیا تو اُن سبھوں نے آپ کو اُبھار کر میرے مقابلہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ جب آپ مقابل ہوئے تو وہ انتہائی بیوقوفی سے اپنے مورچوں کے اندر محفوظ بلکہ خود محصور ہو کر بیٹھ رہے۔ اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اگر آپ کا دشمن شجاعت۔ قوت بشکر۔ اور ہمت میں آپ سے زیادہ قوی ہوگا تو وہ اگر چہار طرف سے گھیر لے گا۔ اُسوقت آپکو بغیر دانہ پانی کے ٹھہرنا دشوار ہوگا۔ اگر وہ دشمن آپ سے اپنی قوتوں میں کمزور بھی ہو تو بھی یہ امر محض فضول اور بڑی بے غیرتی کا مقام ہے کہ وہ آپ کا محاصرہ کر کے آپکو مصیبتوں میں پھنساوے۔ یہ بھی کوئی عقلمندی کی بات نہ تھی کہ آپنے تمام لشکر اور کل افسران فوج کو پہلے ہی تلے میں لا کر کھڑا کر دیا۔ آخر اسی نادانی کا ثمرہ اُٹھایا۔ پھر جب سب طرح آپ مصیبت کے جال میں پھنس چکے تھے تب بھی میری نیک نیتوں پر غور کیجئے کہ میں نے پیغام صلح بھیجا۔ اس پر بھی آپ طفلانہ غرور اور بیوقوفانہ ارادوں سے ایسے پھولے اور بھولے بیٹھے تھے کہ میری باوقار۔ پُر قوت۔ ذی عزت تجاویز کو سماعت نہ کیا اور اپنی عقل سلیم سے کام نہ لیا۔ علاوہ اس کے آپ کے باجبروت آبا و اجداد (بزرگ) تمام کافران سے جزیہ لیا کرتے تھے اور آپ نے لپست ہمتی سے اپنے زمانہ سلطنت میں خود اُن کو خراج یعنی چوتھ دینا گوارا کر لیا۔ اور اپنی وسیع سلطنت کو ان بیس برس کے عرصہ میں بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ مگر میں آپ سے سلطنت چھین لینا نہیں چاہتا۔ مگر پایۂ تخت دہلی تک جاؤں گا اور چند روز فوج کو آرام پہنچانے کی غرض سے وہاں ٹھہروں گا۔

محمد شاہ اس تقریر کو بالکل سکوت و خاموشی کے ساتھ سُنتا رہا۔ اور قریب شام وہاں سے اُٹھ کر اپنے خیمہ [illegible] واپس آیا۔ یہاں بعض افسروں نے گرانی غلّہ کے بارے میں بنیوں کی شکایت کی۔ حکم دیا کہ لوٹ لو۔ بازار لٹ جانے سے اور بھی ہڑتال رچ گئی۔

محمد شاہ کے لشکر میں اُس روز سے غلّہ بالکل میسّر نہ آتا تھا۔ ایک روپیہ کا ڈیڑھ سیر گیہوں اور دو روپئے سیر گھی دستیاب ہوتا تھا۔ (آجکل کے بھاؤ اور اس وقت کے بھاؤ میں مقابلہ کیجئے) اور یہ اس وجہ سے کہ پڑاؤ پر کوئی دکاندار خوف کے مارے نہ آتا اور نہ کوئی سپاہی مورچہ سے باہر جا سکتا تھا۔

نادر شاہ کی طرف فراہمی غلّہ کا یہ انتظام تھا کہ ہزاروں سپاہی تیس چالیس کوس کا دھاوا لگاتے اور جہاں سے پاتے زبردستی سینہ زوری سے لوٹ لاٹ کر لے آتے اور اپنے کیمپ میں انبار لگا دیتے تھے۔ لہٰذا گیہوں روپیہ کا ۱۲ سیر بکتا تھا۔ صرف اس روزمرّہ کی لوٹ مار کے ذریعہ سے چودہ پندرہ ہزار آدمی نادر کی خونخوار جابر ظالم فوج کے ہاتھوں کام آئے۔

اس دن نادر شاہ نے اپنی فوج کے ہر ایک سپاہی۔ نوکر۔ خدمتگار کو ۶ ماہ تنخواہ انعام میں عطا کی۔ نادر شاہ نے سُن رکھا تھا کہ شہر دہلی کے آدمی کینہ جو۔ دغاباز۔ اور بد مزاج ہیں۔ لہٰذا بہت ہشیاری سے وہ بیس ہزار سوار لیکر قلعہ میں پہونچا۔ اور باقی فوج کو [illegible]ن شہر چھوڑ آیا۔ محمد شاہ استقبال کر کے لے گیا اور دونوں نے ایک ساتھ بیٹھکر ناشتہ نوش کیا۔

رات کو نادرشاہ نے سعادت خاں کو دربار میں طلب کیا اور پیش کش والے روپیہ کا بڑی سختی سے متقاضی ہوا۔ سر دربار فحش الفاظ میں گالیاں دیں۔ اُسی صبح کو سعادت خاں دِلی آرزوں کا نتیجہ بغل میں دبائے اور نمک حرامی کا داغ ماتھے پر لگا۔ ملک عدم روانہ ہو گیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ انتہائے ندامت اور صدمہ میں زہر کھا لیا لیکن ہم تو یہی کہینگے کہ نمک حرامی اور محسن کشی کسی کو نہیں پھلتی۔ اُسی کا یہ ثمرہ ملا۔ نادر ایسا سخت گیر۔ وہ بھلا مرنے پر بھی کب چھوڑنے والا تھا۔ حکم دیا کہ اس نمک حرام کی ساری جائیداد ضبط کرو۔ چنانچہ کل مال و متاع ضبط ہو کر نادرشاہ کے خزانے میں داخل ہوا جو دو کروڑ کا نکلا۔ یہ بد دیانتی اور نمک حرامی کرنے کا صلہ ملا۔ (آج جو حکمراں رشوت ستانی۔ اور جو بیوپاری بلیک مارکیٹ کر کے روپیہ اکٹھا کر رہے ہیں۔ اُن کو اس تواریخی واردات سے سبق حاصل کر کے دیش کے ساتھ غداری نہیں کرنی چاہیئے۔)

دہلی کا قتلِ عام

عید الضحیٰ کے دن سربلند خاں قلعہ میں طلب کیا گیا۔ یہاں طماسپ خان وکیل۔ مصطفےٰ خاں عرض بیگی۔ نظام الملک اور قمرالدین خاں کے ساتھ تمام دن مشورہ رہا۔ کہ زرپیشکش کیونکہ فراہم کیا جاوے۔ دوپہر کے وقت طماسپ خاں نے غلہ منڈی میں سپاہیوں کو بھیجا کہ دوکانیں کھلوائیں اور غلہ کا نرخ طے کریں۔ چنانچہ گیہوں کا نرخ فی روپیہ دس سیر قرار پایا مگر چونکہ یہ نرخ بیوپاریانِ غلہ کے بالکل خلاف تھا۔ لہٰذا شام کے وقت انہوں نے شہر کے غنڈوں کو جمع کیا۔ اور کئی سپاہیوں اور غلہ خریدنے والوں نیز نادر کے سپاہیوں کو مروا ڈالا۔ اور افواہ پھیلادی کہ نادرشاہ قید کر لیا گیا۔ بعضوں نے غپ اُڑائی کہ اسکو زہر دیا گیا۔ یہ ہلڑ مچتے ہی تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ شہر کے لچے۔ شہدے۔ اوباش۔ بدمعاش۔ جتنے تھے سب آکر جمع ہو گئے اور جس قدر ہتھیار مل سکے لے کر قلعہ کی طرف موج دریا کی مانند چڑھ آئے اور گھنگور گھٹاؤں کی طرح برس پڑے۔ اور نادرشاہ کے سپاہیوں کو جو بیرون قلعہ متعین تھے۔ کاٹ ڈالا۔ بہت سی توپیں اور بندوقیں قلعہ اور بڑے بڑے اونچے مکانوں سے سر کی گئیں تاکہ اوباشانِ شہر کی جماعتیں منتشر ہو جائیں اور پاس نہ آئیں۔

مورخہ ۱۱ ذی الحجہ یوم یکشنبہ۔ ۸ بجے صبح کو عین اس حالت میں جبکہ ہنگامہ بڑھتا جاتا تھا نادرشاہ غیظ میں آکر گھوڑے پر سوار ہوا اور قلعہ سے باہر نکل کر آتش فساد فرو کرنے کی غرض سے چاندنی چوک میں آیا اور اپنے سپاہیوں کی لاشیں جابجا پڑی ہوئی دیکھ کر اپنی فوج کو حکم دیا۔ کہ شہر میں قتل عام شروع کر دو۔ بس اس وقت کی حالت نا گفتہ بہ ہے۔ ہلچل مچ گئی۔ قیامت کبریٰ کا نمونہ سامنے پھر گیا۔ غضب الٰہی ٹوٹ پڑا۔ صرافہ اُردو سے لیکر پرانی عیدگاہ تک جو تین کوس کے رقبہ زمین کے اندر ہے اور ایک طرف جیلی قبر تک اور دوسری طرف تمباکو منڈی اور مٹھائی والے پُل تک ان تمام مقامات میں قتل عام کا بازار گرم ہوا۔ لڑکا۔ بوڑھا۔ جوان۔ مرد یا عورت جو ملا مار مار کر زمین پر ڈال دیا کشتوں کے پُشتے لگادیئے۔ ہزاروں سر سرِ راہ ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے۔ خون کی ندیاں جاری ہو گئیں۔ ہزاروں لاکھوں کو مار کر بھی ان ظالم سفاک بے رحم غضب ناک قاتلوں کو کسی طرح سیری نہ تھی۔ ہر ایک بے کس مظلوم پر اس طرح جھپٹ کر جا پہنچتے تھے جیسے کوئی بھوکا شیر بکریوں پر جا پڑتا ہے۔ روئی بازار، جوہری بازار سب لوٹ لئے گئے۔ اکثر مقامات کو آگ لگا کر پھونک دیا۔ بڑی بڑی عمارتوں کو کھودا۔ لوٹا۔ پھونکا۔ عورتوں کو بیوہ۔ بچوں کو یتیم بنایا۔ اُس پر بھی چین نہ آیا۔ پردہ نشین عورتیں ان سنگدلوں کے پنجہ میں کُھلے سر برہنہ پا گرفتار تھیں۔ جن کو وہ نہایت بے حرمتی کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لے جاتے تھے۔ تمام شہر میں ایک کہرام مچا

مگر کوئی داد فریاد سننے والا نہ تھا۔ قتل عام کے شروع ہوتے ہی بلوائی لوگ تو فوراً کافور ہو گئے۔ لیکن بیچارے مظلوم بیگناہ معزز شرفا۔ اعلیٰ خاندان والوں پر آبنی۔ چنانچہ ایک باعزت اور شریف خاندان کی بیس باعصمت عورتوں نے اپنی شرم ناموس اور غیرت عفت کے شریفانہ خیال کی وجہ سے تمام عورتوں کو ایک مقام میں اکٹھا کر کے آگ لگادی + آٹھ بجے صبح سے تین ۳ بجے شام تک معرکہ قتل و غارت گرم رہا۔ تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار لوگ مارے گئے۔ دس ہزار عورتوں نے کنوؤں میں گر کر جانیں دیدیں۔ ان میں سے بعض بعض دو۲ تین روز کے بعد نکالی گئیں۔ جنکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور انکی وہ بُری حالت تھی جو دیکھی نہ جاتی تھی۔ بہت سے لوگ مضطر و پریشان ایک عارف اللہ گوشہ نشین کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور بحال زار عرض کیا کہ یا حضرت! ہم لوگوں پر قہر آسمان ٹوٹ پڑا۔ آپ للہ دُعا کیجیے کہ جو خونخوار سفاک نادر کے ہاتھ سے امان ملے۔ اُن بزرگوار (نفیر اللہ) نے حسرت و افسوس کے لہجہ میں فرمایا:۔ کہ۔

شامت اعمال ما صورت نادر گرفت ۔ میاں یہ اپنے ہی اعمالوں کا نتیجہ ہے۔

فتح دہلی کی مسرت میں تمام ممالک محروسہ فارس کو تین سال کی مالگزاری معاف کر دی اور سپاہیوں میں چار کروڑ 88 لاکھ روپیہ انعام تقسیم کیا۔ ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد نظام الملک نے حاضر کیا۔ اور اسی قدر قمر الدین خاں نے پیش کیا۔ اور تین کروڑ روپیہ دیگر افسران اور امراؤ رؤساء شہر سے وصول کیا گیا۔ شاہزادی سکینہ کا نکاح مولوی تاج محمود صاحب نے پڑھا۔ محمد شاہ نے پچاس ہزار کے قیمتی جواہرات اور پچاس ہزار روپیہ نقد اور توپخانہ وغیرہ جہیز میں دیئے۔

فارم 4 رول بی

ماہوار رسالہ اوم دہلی کی ملکیت اور دوسری تفاصیل کے متعلق

۱۔ مقام اشاعت ۔ دہلی ۶ ۔ (۲) اسکی اشاعت کی میعاد ماہوار

۳۔ پرنٹر کا نام ۔ گورکھ ناتھ نندہ

۴۔ قومیت ۔ ہندوستانی

۵۔ پتہ ۔ معرفت رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی ۶

۶۔ پبلیشر کا نام ۔ گورکھ ناتھ نندہ

۷۔ قومیت ۔ ہندوستانی

۸۔ ایڈیٹر کا نام گورکھ ناتھ نندہ

۹۔ قومیت ۔ ہندوستانی

۱۰۔ پتہ ۔ معرفت رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی ۶

۱۱۔ اُن افراد کے نام اور پتے جو اخبار کے مالک یا شرکت دار ہیں یا کل سرمایہ کے ایک فیصدی کے حصہ دار ہیں۔ شری گورکھ ناتھ نندہ پرنٹر پبلیشر ایڈیٹر و مالک رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

میں گورکھ ناتھ نندہ اعلان کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا تفصیل ۔۔۔ علم و یقین کے سچی ہیں۔ پبلیشر کے دستخط۔ گورکھ ناتھ نندہ ۲-۳-67

اوم

بھارت کے نونہالو

شری گوپال داس مسرور

جو سر اُٹھا کے چلیں ہم سبھی وطن کیلئے
تو یہ آسماں بھی جھکے سجدۂ چمن کے لئے

چلو تو چاند ستاروں کی انجمن میں چلو
بڑھو تو ہاتھ میں تیغ و سناں اُٹھا کے بڑھو

تُمہیں ہو قوم کی اُمید تُم ہی نازِ وطن
تُمہیں نے خون سے سینچا ہے یہ وطن کا چمن

تُمہارے دم سے شہیدوں کی یاد قائم ہے
تُمہارے دم سے یہ ہندوستان دائم ہے

جہاں میں اپنے عزائم کی داستان رہے
کریں وہ کام کہ دُنیا میں عز و شان رہے

قدم قدم پہ نظاروں کا انتظام کرو
قدم قدم پہ بہاروں کا اہتمام کرو

قدم قدم پہ نیا ایک انقلاب اُٹھے
ہر اک قدم پہ نیا زلزلوں کا باب کھُلے

بڑھائے تُم نے جدھر ہاتھ دوستی کے لئے
ہوئے ہیں آج وہ آمادہ دشمنی کے لئے

نہیں ہُوا ہے اگر منجمد تمہارا لہو
تو دشمنوں کو مٹا دو رہے نہ نامِ عدو

بڑھو جدھر بھی شہادت کا جام لے کے بڑھو
رہِ وفا میں شہیدوں کا نام لے کے بڑھو

ہزار جنگ کریں مل کے چین و پاک اگر
تمہارے سر کو کبھی یہ جُھکا سکیں نہ مگر

جیو وطن کیلئے اور مرو وطن کے لئے
پیو جو جام شہادت پیو وطن کے لئے

جو قوم شان سے مسرور سر اُٹھا کے چلے
تو کُل جہاں اسے سر جھکا جُھکا کے چلے

(اوم)

ماتا چنت پورنی کے نزدیک

بڑو بھدرکالی کا پراچین سدھ مندر

لیکھک ۔ پنڈت کیدار ناتھ پربھاکر گوجرانولیہ سنچالک بھارتیہ جیوتر وگیان انوسندھان سنستھان لکشمی نگر سہارنپور (یو ۔ پی)

بسوہلی سے ناھن اور پٹھانکوٹ سے کلوتک کے پھیلے ہوئے پہاڑی پردیس کا نام مہابھارت میں ترگرت (त्रिगर्त) پردیس کے نام سے ملتا ہے ۔ اس کا بھی ایک کارن ہے کہ اس لمبے چوڑے علاقہ میں چھوٹے بڑے ندی نالوں کو چھوڑ کر تین بڑے بڑے دریا (راوی بیاس اور ستلج) بہنے سے اس پردیس کو ترگت یعنی تین دریاؤں کی دھرتی کا نام دیا گیا ہے ۔ اس پردیس میں بے شمار پراچین سدھ مندر ۔ رشیوں مہرشیوں کے تپ بن اور پوتر ندیاں موجود ہونے سے یہ سمالیہ کا سارا علاقہ ہی ایک تیرتھ مانا گیا ہے ۔ مثال کے طور پر نینا دیوی امبکا دیوی ۔ جالپا دیوی ۔ جوالاجی ۔ تارنی دیوی ۔ تارا دیوی ۔ کالکا دیوی چنڈی دیوی ۔ چنت پورنی ۔ بڑو بھدرکالی ۔ آشا پورنی ۔ باؤنڈا دیوی اور نگرکوٹ کی رانی یعنی کانگرہ والی ماتا کے پرسدھ دیوی مندر اور شری بیجناتھ ۔ سدھ ناتھ ۔ مہاکال بنجیشور ۔ کالیشور ۔ کرویریشور ۔ ترلوکی ناتھ ویربھدریشور ۔ نندی کیشور ۔ بلی کیشور ۔ بجلی مہادیو اور بھوت ناتھ وغیرہ وغیرہ ۔ پرسدھ شنکر جی کے مندر و کپال موچن ۔ رن موچن ۔ رینوکاجی پرسرام تال ۔ کھجیار ۔ روالسر اور منی مہیش وغیرہ وغیرہ پوتر اور پرسدھ سرور (جھیلیں) اور روان گنگا ۔ گپت گنگا ۔ گری گنگا ۔ شوگنگا ۔ کھیر گنگا ۔ مارکنڈے ۔ سواں ۔ نیرُوا ۔ وتودا اور مالنی وغیرہ پوتر ندیاں اور مہرشی وید ویاس ۔ جمدگنی ۔ وششٹ ۔ مارکنڈے ۔ پرسرام ۔ منو (منالی جنکے نام پر ہے) سدھ بابک ناتھ وگورکھ ناتھ جی کے آشرم اس پردیس کی پوترتا اور شریشٹتا کی آج بھی گواہی دے رہے ہیں ۔ یہاں چپے چپے پر کوئی نہ کوئی تیرتھ آشرم یا کوئی پوتر استھان دیکھنے کو ملے گا ۔ رامائن کال میں بھگوان رام و مہابھارت کال میں پانڈو اور انکے بعد آج دن تک ان استھانوں کا درشن کرتے لوگ برابر آتے ہیں اور آتے رہینگے یہ تو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ چنت پورنی ۔ جوالاجی ۔ کانگرہ و نینا دیوی کے پرسدھ استھانوں میں آج دن تک بھی ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بھگت لوگ درشنوں کو آتے ہیں ۔

ہماچل پردیس میں جہاں پر بھگوتی مہا ودیا چھن مستا یعنی چنت پورنی ماتا کا سدھ استھان ہے ۔ وہیں سے بھگوتی بڑو بھدرکالی کے پراچین استھان کو ایک کچا راستہ جاتا ہے دوری صرف 5 میل ہے جسکی حالت بہت خراب ہے اور یاتروں کو وہاں تک جانے میں بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے ۔ کیا ہی اچھا ہو یہ ہماچل گورنمنٹ اس طرف توجہ دیکر اس ویران راستہ کو آباد کرے اور ہر سال لاکھوں یاتری اس استھان پر آجانے سے گورنمنٹ کے خرچے بھی بآسانی نکل آوینگے ۔ دوسرا راستہ اس دویہ استھان تک جانے کا ہوشیار پور سے چنت پورنی جانے والی سڑک پر گگریٹ سے دولت پور ہوتے ہوئے یہاں پہنچ سکتے ہیں ۔ (گگریٹ ہوشیار پور سے موٹر روڈ پر ۱۶ میل دور ہے یہاں ۶ میل کی دوری پر موٹر روڈ پر دولت پور گاؤں ہے جو کہ ادنا سے بھی موٹر روڈ سے ملا ہوا ہے ۔ یہاں سے ۲½ میل دور بڑو بھدرکالی کا استھان ہے ۔) پرائیویٹ موٹر ۔ کار وغیرہ بآسانی جا سکتی ہے ویسے پیدل کا راستہ ہے جو سیدھا ماتا چنت پورنی تک جاتا ہے ۔ دولت پور سے چنت پورنی ۷½ میل ہے ۔

بھگوتی بھدرکالی کا مندر سواں نام کی پورانک ندی کے کنارے پر واقع ہے جس کا شاستروں میں بڑا مہاتم ورنن کیا گیا ہے ۔

مندر کتنا پرانا ہے اس کا اندازہ اس گھٹنا سے لگ سکتا ہے۔ آج سے لگ بھگ ۵۰ سال پہلے سوان ندی کے بہاؤ سے مندر کو کافی نقصان پہنچا۔ اور مندر کے گر جانے کا خطرہ تک ہو گیا تھا۔ اس وقت بڑو بھدر کالی گاؤں کے نبسی شہری مہر چند شاہ جی نے اپنی پوتر کمائی سے اسکی مرمت کا خرچہ اپنے اوپر لیا اور مرمت شروع ہو گئی۔ یکایک شاہ جی کو خیال آیا کہ کیوں نہ مندر کی بنیاد سے مرمت شروع کروائی جاوے تاکہ دوبارہ پانی کا خطرہ ہی نہ رہے۔ چنانچہ اسی غرض سے مندر کے چاروں طرف زوروں سے کھدائی کا کام شروع کروا دیا گیا۔ زمانہ سنتا تھا شاہ صاحب کو لگن بھی کافی سے زیادہ کھدائی کی گئی مگر "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" والی مثل بن گئی بھگوتی بھدر کالی نے اپنے استھان کا پتہ نہ لگنے دیا اور بنیاد اور گہری ہوتی چلی گئی آخر کار کھدائی کا کام مجبوراً چھوڑ کر مندر کی مرمت کی طرف دھیان دیا گیا۔ اور بنیاد کے چاروں طرف مٹی وغیرہ گروا کر بھروا دیا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مندر بہت ہی قدیمی ہے۔ صرف لوگوں کو اس کے بارے میں زیادہ جانکاری نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ پرسدھ نہیں ہو پایا ہے۔

مندر کے اندر بھگوتی جگت جننی بھدر کالی کا مندر پنڈی (گول آکار) روپ میں استھان ہے۔ جیسے چنت پورنی وکانگڑہ کے مندر میں اور ماتا وشنو کے دربار میں وراجمان ہے۔ جتنے بھی پراچین ستو شکتی یا وشنو جی کے استھان آپکو دیکھنے میں ملینگے وہاں آپکو پنڈی روپ میں ہی درشن ہونگے۔ ساکار مورتی پوجا کی پرتھا (رواج) بہت بعد میں جاری ہوا تھا۔ آج سے کافی سمے پہلے اس استھان پر بہت بڑی منڈی تھی اور یہ جگہ بارونق اور مشہور تھی مگر جب سے پہاڑ میں پکی سڑکیں بننے سے موٹر بس وغیرہ سے آمد و رفت شروع ہوئی تب سے جو جو جگہ ان سڑکوں سے دور رہ گئیں ہیں۔ وہاں پر رونق کم ہوتی گئی ہے اور جو جو مقام سڑک کے نزدیک آ گئے وہاں پر خوب رونق بڑھ گئی ہے۔ یہی حالت اس پراچین استھان کی ہوئی ہے۔ نہ تو گورمنٹ نے ہی توجہ دی ہے اور نہ آثار قدیمہ نے ہی کبھی ادھر دھیان دیا ہے۔ ورنہ یہ استھان بھی چنت پورنی اور جوالا جی کی طرح آج بھارت میں پرسدھ ہوتا۔ جو یاتری چنت پورنی یا جوالا جی وغیرہ کے درشنوں کو جاتے ہیں انکو اس دویہ استھان کا بالکل ہی پتہ نہیں ہے۔ ورنہ در اصل میں یہاں کی یاترا اور درشنوں کا پھل چنت پورنی اور جوالا جی سے کم نہیں ہے۔

پورانک کتھاؤں کے انوسار یہ استھان بھگوان مریادا پرشوتم رام کے سمے کا ہے۔ کہتے ہیں جب بھگوان رام اور ماتا جانکی ہمالیہ کی یاترا کرتے کرتے ایک بار یہاں آئے تو اسی وقت یہاں پر برگد (بڑھ) کا بڑا بھاری درخت تھا۔ بھگوان رام اور سیتا ماتا آرام کے لئے اس گھنے برکھش کے نیچے تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گئے۔ یہ استھان انہیں بڑا سندر بھی لگا۔ کیونکہ ایک طرف سوان ندی کی پوتر جل دھارا بہہ رہی تھی اور دوسری طرف گھنے جنگل اور اونچے اونچے درخت من کو لبھا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بھگوان رام اور ماتا ایشوری سیتا آپس میں پریم بھری باتیں کرنے میں لگ گئے۔ باتوں باتوں میں بلوان راون کمبھ کرن اور اندرجیت کو مارنے کا پرسنگ چل پڑا۔ ماتا جانکی نے کہا کہ آپ نے بڑے بڑے بلوان راکھشس اپنے باہو بل سے مارے ہیں مگر اگر آپ یہاں سے پورب دیس میں سمندر کے تٹ پر گنگا ساگر کے پردیس میں راج کر رہے ہیں جو بلوان رکت بیج کو اگر ختم کر کے وہاں کے لوگوں کو اس دشٹ کے ظلموں سے بچاویں تب میں آپکی شکتی کو سمجھ سکوں گی۔ (دھیان رہے یہ رکت بیج مارکنڈے پران والے رکت بیج سے بالکل الگ ہے جسکو بھگوتی مہاسرسوتی نے مارا تھا) یہ بات سنتے ہی بھگوان رام اس دشٹ کو سماپت کرنے کیلئے آوپ ہو کر گنگا ساگر میں جا پہنچے اور اس راکھشس کو یدھ کیلئے للکارنے لگے۔ کئی دنوں تک یدھ چلتا رہا اور کئی بار بھگوان رام نے اس راکھشس کو مارا مگر اس کو یہ وردان تھا کہ جتنے بھی رکت کے کن اس کے زمین پر گریں گے اتنے ہی ویسے راکھشس اور پیدا ہو جا[illegible] لاچار ہو کر بھگوان رام کو واپس آنا پڑا اور ماتا سیتا سے اسے مارنے کے لئے کہنے لگے۔ در اصل میں اسی راکھشس کا انت جانکی جی کے

ہونا تھا۔ یہ تو صرف لیلا تھی جو دنیاوی لوگوں کو دکھائی گئی تھی بھگوان رام کی گھٹنا سُنتے ہی ماتا سیتا کو کرودھ آ گیا اور ایک دم اُن کا بڑا بھینکر وکرال رُوپ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہزاروں لاکھوں یوگنیاں بجرّ لئے ہوئے اُن کے چاروں طرف پیدا ہو گئی۔ آکاش سے دیوتاؤں نے پُشپوں کی ورشا کی اور رشی مہرشیوں نے وہاں آکر جگدمبا کی آرتی کی اور پرارتھنائیں کرنے لگے۔

तां भद्रकालीं तपसा ज्वलन्तीं महेश्वरी शुद्ध महत्प्रतिष्ठाम् ।

शुद्धात्म कल्याण गुण स्वभावां वन्दे सदा चेतसां भद्रकालीम् ॥

اس کے بعد بھگوتی بھدّر کالی نے گنگا ساگر پر جا کر اُسی دُشٹ راکھش کو ختم کیا اور اُس کا رکت یوگنیاں چاٹ کر پی گئیں اور سنسار پر سُکھ شانتی قائم کی۔ تب سے لیکر اس استھان پر بھگوتی بھدّر کالی کا پُوجن ہونا شروع ہو گیا۔ اس استھان کا نام برگد کے برکھش کے کارن بڑ و بھدّر کالی پڑ گیا۔ بھگوتی نے اس دِویہ استھان کو یہ وردان دیا کہ جو بھی یہاں پر شردھا اور پریم سے درشن کرنے آئیگا اس کے سب سنکٹ دُور ہو جاوینگے اور اُسے پرم پد کی پراپتی ہو گی۔

بنواس کال میں جب پانڈو گھومتے پھرتے یہاں پر آنکلے تب مہرشی وید دیاس اور دوسرے رشیوں نے اُن کو اس پرم پوتر استھان کی مہما اور اتہاس کا ذکر کیا۔ پانڈوں نے بمعہ ماتا کُنتی کے بھگوتی بھدّر کالی کا پُوجن کیا اور اس استھان کو دوبارہ بنوایا۔ جب مہابھارت کا مہان یُدھ ہونے جا رہا تھا۔ تب ویر ارجن نے بھگوتی بھدّر کالی کی استوتی یہاں پر آکر کی اور یُدھ میں وجے پانے کیلئے وردان مانگا۔ وہ استوتی ذیل میں درج ہے۔

नमस्ते सिद्धसनानि आर्यें मन्दर वासिनि ।

कुमारीकालि कपालि कपिले कृषण पिङ्गले ॥

भद्र कालि नमस्तुभ्यं महा कालि नमोऽस्तु ते ॥

تب سے لیکر اب تک ان گِنت راجہ مہاراجہ۔ رشی۔ مہرشی۔ سادھو۔ مہاتما۔ گرہستی اور دوسرے لوگ برابر درشنوں کو آتے رہے ہیں اور منو وانچھت پھل کی پراپتی کرتے رہے ہیں۔ لاکھوں سال کا یہ پراچین سِدّھ شکتی مندر آج بھی سنسار کے دُکھی لوگوں کو شانتی اور مُکتی پردان کر رہا ہے۔ اس استھان پر رہ کر اگر بھگوتی بھدّر کالی کی پرارتھنا اب بھی کیجاوے تو جو چاہیں پھل ملتا ہے۔ درشن کرنے سے جنم جنم کے پاپ نشٹ ہوتے ہیں اور من کو شانتی ملتی ہے۔ چیت اور اسوج کے نوراتروں میں اور مہاشٹمی کو یہاں پر دُور دور سے یاتری ہزاروں کی تعداد میں ماتا کے درشنوں کو آتے ہیں اور ویسے جب بھی کوئی اس پوتر استھان پر جانا چاہے باآسانی جا سکتا ہے۔ میلے کے دنوں میں یہاں پر الگ بھگ 30 دُوکانیں کھُل جاتی ہیں جو عام دنوں میں بند رہتی ہیں۔ ویسے چھ دُکانیں ہر وقت کھُلی رہتی ہیں۔ جہاں پر کھانے پینے اور پرشاد کیلئے سب کچھ باآسانی دستیاب ہو سکتا ہے۔ یہاں پر ایک کُنواں بھی ہے جس کا پانی دُور دور تک مشہور ہے۔ سواں ندی سے اس قدیمی استھان کو برابر نقصان پہنچتا رہتا ہے اور ہماچل پردیش گورنمنٹ و دوسرے ادھیکاریوں سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ اس پوتر استھان کی رکھشا کیلئے کوئی نہ کوئی یوجنا بنا کر اسے برباد ہونے سے بچانے میں مدد کرنی چاہیئے۔ تاکہ یہ استھان گِرنے سے بچ سکے۔

بڑو بھدّر کالی کے نواسی اور ماتا جگدمبا کے پرم سیوک شری جگت رام شاہ جی و شری مہر چند شاہ جی۔ دو سرا پتہ دوکان نمبر ۱۰۵ لوئر بازار (شملہ) نے تو اپنے جیون کو ماں کے ارپن کر دیا ہے۔ یہاں پر ایک پراچین دھرم شالہ تھی جو کہ پانی کی وجہ سے گر گئی تھی اور یاتریوں کو بڑا پریشان ہونا پڑتا تھا بھگوتی کی کرپا سے سیٹھ جگت رام شاہ جی کی دھرم پتنی شریمتی جِننی دیوی جی نے اُسے نئے سرے سے تعمیر کروا دیا ہے اور ماتا بھدّر کالی کے

مندر کے اندر سنگ مرمر لگوا کر مندر کی شوبھا کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ اسی طریقے سے اگر ماتا بھدر کالی کی کرپا سے دور دور بیٹھے بھگت جنوں کو اس دویہ استھان کا بالکل گیان نہیں ہے اپنی پوتر کمائی سے اس استھان پر سدھار کریں تو وہ دن دور نہیں کہ یہ استھان بھارت کا پرسدھ تیرتھ ہونے کے علاوہ ایک شاندار استھان بن سکتا ہے۔ اگر سب پریمی ملکر کوشش کریں تو ماتا چنت پورنی کے استھان سے بڑو بھدر کالی تک پکی سڑک ہماچل راجیہ کے اہلکار بنوا سکتے ہیں۔ اس طرح سے ہر یاتری یہاں پر بہ آسانی درشنوں کو آج کے یگ میں آسکیگا۔ ہمارے بھارت میں ایسے انیک پرسدھ اور پراچین استھان چھپے پڑے ہیں جنکا پانچ فیصدی لوگوں کو بھی پتہ نہیں ہے اُن میں سے یہ استھان بھی ایک ہے۔

ناظرینِ "اوم" سے میری پُر زور درخواست ہے کہ وہ جب بھی بھگوتی چنت پورنی یا جوالا جی کے درشنوں کو جاویں تو اس پوتر استھان کے درشن کرنے ضرور ایک بار جاویں۔ اور جو دوسرے لوگ وہاں یاترا کرنے جاویں انہیں بھی اس استھان کے بارے میں پوری پوری جانکاری دیکر درشن کرنے کو مجبور کریں تاکہ انکی یاترا سپھل ہو۔ جو لوگ مندر کے سُدھار کیلئے اپنی شبھ کمائی یا شکام سیوا یا کوئی مزید جانکاری کرنا چاہئیں وہ سیٹھ جگت رام شاہ دوکان نمبر ۱ لوئر بازار شملہ سے کریں یا سیٹھ جگت رام شاہ مقام پوسٹ بڑو بھدر کالی براستہ دولت پور ضلع کانگڑہ ہماچل پردیش سے کرنے کی کرپا کریں اور اپنا جیون سپھل بناویں۔" اوم شانتی "

ریویو

ہندی پستک شری ویشنو دیوی یاترا جسکے لیکھک پرسدھ جیوتشی شری کیدارناتھ جی پربھاکر ہیں

بغرض ریویو ہمارے پاس پہنچی ہے۔ اس پستک کی لکھائی چھپائی وغیرہ میں شری پربھاکر صاحب نے کمال ہی کر دیا ہے۔ پستک کو ہاتھ میں لینے سے ہی اس کی خوبیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ بھگوتی درگا کی آکرشن کرنے والی سہ رنگی تصویر کو دیکھکر من پرسن ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً بیس عدد دیگر یک رنگی تصاویر ہیں۔ نیز ویشنو دیوی یاترا کا مکمل نقشہ دیا گیا ہے۔ جو کہ یاتریوں کے لئے بہت ہی لابھ دایک ہے اس پستک کے لئے مہاراجہ ڈاکٹر کرن سنگھ جی گورنر نیز شری غلام محمد مکھیہ منتری کشمیر گورنمنٹ نے اپنی شبھ کامنائیں بھیجی ہیں

لالہ بھیم سین جی نیجر ہائی کمشنر آف انڈیا حال لنکا (سیلون) نے اس پستک کی بہت تعریف کی ہے۔ بھگوتی درگا کے بھگتوں اور ویشنو دیوی کی یاترا کرنے والے یاتریوں کو یہ پستک منگوا کر لابھ اُٹھانا چاہیئے۔

قیمت دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔

منگانے کا پتہ

پنڈت کیدارناتھ پربھاکر لکشمی نگر سہارنپور (یوپی)

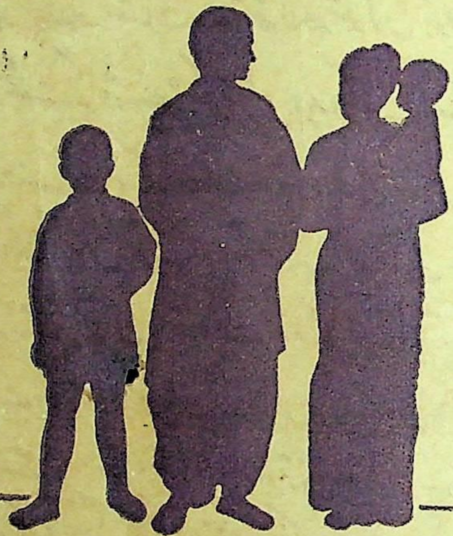
تصحیح ہندو دھرم انک ۶۷ صفحہ ۱۸۱ دوسرا پیرا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بیماری کی تاریخ ۲۸ جون ۱۹۳۹ غلط ہے اسکی بجائے ۱۸۳۹ء درست کی جائے۔

ریویو - یگ پُرش مصنّف شری جے ۔ سی ۔ ملہوترہ ۔ انیل پبلیکیشن ہاؤس 5/17-D لاجپت نگر نئی دہلی ۔ ۱۴ ۔ اعلیٰ سفید کاغذ صفحات ۶۴ ۔ قیمت ایک روپیہ پچیس پیسہ علاوہ ڈاک خرچ ۔

پستک کا سرورق متعلقہ مضمون کا آئینہ دار ہے ۔ لکھا ہے ۔ دھارمک جگت میں تیاگ اور تپ کا مجسمہ یُگ پُرش پوجیہ پردے سمراٹ سنت شرومنی روحانی رہنما گدی ٹھاکراں جو لال باغ آزاد پور دہلی میں ۱۹۵۶ء سے ایکانت پذیر ہیں ۔ شری ۸ . . . ٹھاکر شری چندجی مہاراج کے جیون کی ایک جھلک مصنّف نے شری ٹھاکر جی مہاراج کو اپنی شردھا کے پھول جیسی انداز میں بھینٹ کئے ہیں پاٹھک اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ یوں تو مہا پرشوں کے جیون چرت ایشور بھگتوں کے لئے ویسے ہی امرت تُلیہ ہوتے ہیں اس پر اگر اُن کا لکھان روچک ڈھنگ سے کیا گیا ہو تو سونے پر سہاگہ والی بات ہو جاتی ہے ۔ اس لحاظ سے "یُگ پرش" ایک سپھل کرتی ہے اور شری ملہوترہ جی نے اسے لکھ کر واقعی پُنیہ لابھ کیا ہے ۔ اپنے پیش لفظ میں مصنّف نے کتاب کا ماحصل یوں بیان کیا ہے ۔

" پوجیہ ٹھاکر جی نے رام نام کے راز کو بھلی بھانتی سمجھا ہے رام نام کا بل آپ نے اپنے سمپرک میں آنے والوں کو پریکٹیکل رُوپ میں انکی منو کامنائیں پوری کرکے دکھایا ہے ۔ آپ نے رام چرت مانس کے انیکوں اکھنڈ پاٹھ دکھیوں کے دُکھ دُور کرنے کے لئے کئے اور اُن سے مُرادیں پوری ہوئیں ۔

ہمارے کتنے بچے ہونے چاہئیں؟



ہم خوشی خوشی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں: کوئی فکر، کوئی مسئلہ، کوئی مشکل نہ ہو۔ لیکن سوال یہ ہے: ایک خوش حال کنبے میں کتنے بچے ہونے چاہئیں؟ — آج شادی شدہ جوڑوں میں سے ۷۰ فیصد ایسے ہیں جو تین سے زیادہ بچے نہیں چاہتے۔ اب وہ دن گئے جب ماں باپ زیادہ بچوں کو خوشی کا سبب سمجھتے تھے۔ — ہاں، کنبے کو محدود رکھنے کے متعدد طریقے ہیں۔

• میسور، اتر پردیش، بہار اور بنگال میں آبادی کا سروے

معلومات اور مفت مشورے کے لئے

▼ فیملی ویلفیئر پلاننگ سینٹر میں جائیں

QA66/497

Monthly 'OM' Delhi.

Vol. 34 MARCH 1967 Regd. No. D—84

مہابھارت

دنیا کی سب سے بڑی پُستک ہے۔ سنسکرت کے آٹھ لاکھ شلوکوں کا مجموعہ ہے۔ نیتی اور دھرم کا ادبھت گرنتھ ہے جسکو مہرشی ودیا سن جی نے پانچ سال کی شب و روز محنت سے تیار کیا تھا اور جسکو ودوانوں نے پانچواں وید مانا ہے۔ آج اس کی مانگ روس، عرب اور دیگر ممالک کر رہے ہیں۔ شری مد بھگوت گیتا جو کہ تمام سنسار میں پرسدھ ہے۔ وہ بھی اسی مہابھارت کے بھیشم پرب کا ایک حصہ ہے۔ یہ گرنتھ تمام ویدوں، شاستروں اور پورانوں کا سار ہے۔ نل دمینتی، دشینت شکنتلا، ستیہ وان ساوتری اور راجہ شوی وغیرہ بیشمار کتھاؤں کے علاوہ کوروؤں پانڈوں کے مہابھارت یدھ کا مفصل حال اسمیں پڑھیئے۔ اپنے دھرم کی واقفیت کیلئے ہر ہندو کو یہ گرنتھ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ ہم نے اس گرنتھ کو اردو میں چھپوایا ہے۔ جسمیں مکمل اٹھاراں پرب درج ہیں۔ جگہ جگہ پر سہ رنگی اور یک رنگی تصاویر چسپاں کی گئی ہیں۔ ٹائیٹل سہ رنگا اور خوبصورت مضبوط جلد پر بلبوس۔ کاغذ اعلیٰ سفید۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ سائز ۲۰×۳۰/۸۔

حصہ اول صفحات ۶۲۰۔ قیمت ۱۳/-/- روپیہ

ملنے کا پتہ:- رسالہ "اوم" اجمیری گیٹ۔ دہلی

महाभारत का पहला अडीशन समाप्त होगया है दूसरी बार छप रहा है, अपना आर्डर शीघ्र बुक …

Printed at : Sood Litho Press, Daryaganj, Delhi-6 P…